ابتدائیہ

محمد رحمت اللہ

کچھ تو وجہ تاخیر ہے

شوال المکرّم میں مدارس اسلامیہ میں نیا تعلیمی سال شروع ہوتا ہے اور طلباء کے داخلہ جات کی تکمیل ہوتی ہے جس کے فوراً بعد نئے سال کی پڑھائی شروع ہوجاتی ہے، نئے سال کے لئے نظام الاوقات مرتب ہوکر اس پر عمل درآمد جاری ہوتا ہے، ان تمام مشغولیات کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی کی توفیق سے ماہنامہ النور کا جولائی کا شمارہ ترتیب دیا گیا اور طباعت کے مراحل سے گذر کر اخیر جولائی میں قارئین گرامی کی خدمت میں پہنچا دیا گیا۔ اگست کا شمارہ بھی مصروفیات کے باوجود ترتیب پا گیا لیکن رمضان المبارک سے قبل خوش قسمتی سے قبلۂ اول بیت المقدس اور مسجد الاقصی شریف میں حاضری نصیب ہوئی۔ خیال تھا کہ اس شمارے میں اس مبارک سرزمین کا کچھ تذکرہ ہوجائے لیکن جو یادداشتیں اس سفر میں جمع کی تھیں ان کو تلاش کرنے میں کئی دن صرف ہوئے وہ باوجود تلاش بسیار دستیاب نہیں ہوسکیں۔ پتہ چلا کہ دوران سفر ہی یہ چیزیں کہیں رہ گئی ہیں رفقائے سفر سے بھی رابطہ ہوا مگر بے سود۔ آخر کار یہی سوچا گیا کہ اپنی بچی کھچی یادداشت سے ہی یہ تذکرہ لکھ دیا جائے اگر اس میں کوئی فروگذاشت ہوجائے تو حذف واضافہ کے لئے حضرت مولانا مفتی محمد

****

سلیمان پانڈور صاحب اور حضرت مولانا محمد ابراھیم پانڈور صاحب نیز حضرت مولانا محمود حسن صاحب کہ یہ سفر ان ہی حضرات کے ساتھ ہوا تھا سے نظر ثانی کرائی جائے۔ اسی اُدھیڑ پن میں کئی روز گذر گئے۔

اس کے فوراً بعد چند ضروری اسفار شروع ہوئے جو اگرچہ مختصر تھے لیکن علاقہ دور دراز اور دشوار تھا جس میں متعدد ایام آمد ورفت میں خرچ ہوئے مثلاً علاقہ گریز اور وادی تلیل کا سفر، کہ یہ علاقہ سطح سمندر سے ہزاروں فٹ کی اونچائی پر ہے تقریباً پانچ چھ مہینے شدید برف باری اور سردی کی بناء پر پوری دنیا سے زمینی رابطہ منقطع رہتا ہے۔ ایک طرف سے پاکستانی زیر انتظام کشمیر اور گلگت بلتستان سے متصل ہونے کی بناء پر اور دوسری جانب دراس کرگل لیہہ وغیرہ کی قدیم گذرگاہ ہونے کی بناء پر ناگفتہ بہ حالت میں رسل ورسائل کا فقدان ہے۔ مگر اللہ پاک کی عنایت یہ ہے کہ وہاں کی ساری آبادی نہایت سادہ مزاج، تکلفات سے دور، سو فیصد سنی حنفی مسلم افراد پر ہی مشتمل ہے۔

اس علاقہ کے سفر سے واپسی پر اگلے ہی روز رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند کے اہم ترین یونٹ ریاستی رابطہ مغربی بنگال کا اجلاس کلکتہ میں منعقد ہو رہا تھا جس میں ریاستی رابطہ کے صدر محترم مولانا صدیق اللہ صاحب چودھری صدر جمعیت علماء مغربی بنگال و وزیر موجودہ صوبائی حکومت کے اصرار پر حاضری دینی پڑی، اس اجلاس میں مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے استاذ حدیث وسابق نائب مہتمم حضرت مولانا قاری سید محمد

****

عثمان صاحب دامت برکاتہم اور مرکزی ناظم عمومی حضرت مولانا شوکت علی قاسمی بستوی صاحب مدظلہ العالی بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔

اس سفر سے واپسی پر لیہہ لداخ کا سفر بھی درپیش تھا جو اپنی اس حیثیت کے اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے کہ بدھ مت کے ماننے والوں کی اکثریت یہاں آباد ہے اوران کے ساتھ سالہا سال کے طویل عرصے سے بیس فیصد پر مشتمل مسلم اقلیت والی آبادی دنیا کے اس بلند ترین مقام پر کلمۂ توحید کی صدا بلند کرنے والی خوش نصیب آبادی ہے۔آسمان کو چھونے والی اس بلندی پر واقع علاقے میں دعوت وتبلیغ کے مبارک کام میں اپنی حاضری درج کرانے کے لئے راقم الحروف کا یہاں کا سفر حسب استطاعت شوق سے ہوتا ہے۔اس علاقے کی خوش قسمتی یہ ہے کہ مشہور و معروف علمی ادارہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو سے فارغ شدہ فضلاء اس علاقے میں کافی موجود ہیں اور حضرات علماء کرام کو اللہ پاک نے یہ امتیاز دیا ہوتا ہے کہ اگرچہ وہ روزگار کے اعتبار سے کسی بھی شعبہ سے وابستہ ہوں اگر وہ دین کا فکر لے لیتے ہیں تو اللہ تعالی ان کی فکروں میں برکت ڈال کر امت کو فیضیاب فرماتے ہیں۔اس علاقے کا سفر بھی مختصر تھا مگر دور دراز تھا۔

پھر انہی ایام میں چند ضروری اور اہم پروگرام مزید تھے مثلاً مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی مجلس عاملہ کا اجلاس اس کے بعد جموں وکشمیر کے ریاستی رابطہ کا اجلاس پھر جموں کشمیر میں سیاسی تبدیلی کے نتیجے میں گورنر راج نافذ ہونے کے بعد نئی

****

انتظامیہ کی طرف سے محکمہ سوشل ویلفیئر میں مدارس کی رجسٹریشن کے لئے حکومت کے تقاضے اوراس کے بعد ریاست میں سرکاری مدرسہ بورڈ کے قیام کے اعلانات کے منظر عام پر آنے کی بناء پر حکومت کے مختلف ذمہ داروں سے مختلف اوقات کی ملاقاتیں۔

یہ سارے امور ایسے پیش آئے جن کی وجہ سے النور کے اگست کے شمارے کا مسودہ ساتھ رہنے کے باوجود اس شمارے کو طباعت کے لئے تیار نہیں کیا جا سکا۔ اس دوران مؤرخہ ۱۲/اگست کو ذی الحجہ کا چاند نظر آیا تو مصروفیات اور بڑھ گئیں اسفار کے ساتھ ساتھ عیدالاضحیٰ وقربانی کے انتظامات کا مزید بوجھ آن پڑا۔ بالآخر عافیت اسی میں محسوس ہوئی کہ مزید طوالت اور تاخیر سے بچنے کے لئے اگست اور ستمبر کے شمارے کو اکٹھے شائع کیا جائے اس ترتیب سے اگلا شمارہ بھی متاثر نہیں ہوگا اور مضامین کے لئے صفحات میں زائد گنجائش پیدا ہو جائے گی اور مضامین کا تسلسل بھی متاثر نہیں ہوگا۔ چنانچہ با دلِ ناخواستہ دونوں شماروں کو یکجا کرنے کے لئے آج مورخہ ۳/ستمبر ۲۰۱۸ء کو یہ چند سطریں سپرد قلم کی گئیں تاکہ اگست اور ستمبر کے دونوں شماروں کی یکجاء تمہید بن سکے۔

اللہ تبارک و تعالی ذی الحجہ کے ساتھ ساتھ مکمل ہونے والے سال میں ہمارے سابقہ سال کے اعمال میں ہوئی کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔ اور محرم الحرام کے ساتھ شروع ہونے والے نئے سال میں اعمال صالحہ کی نیز اپنی مرضیات پر زیادہ سے زیادہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔یارب العالمین۔

****

مدرسوں پر رجسٹریشن کا تقاضہ

از: مفتی سجاد حسین صاحب
استاذ حدیث دارالعلوم رحیمیہ

ریاست جموں وکشمیر میں گورنر راج نافذ ہوجانے کے بعد مؤرخہ 29 جون 2018ء کو محکمہ سوشل ویلفیر کے شعبہ انٹیگریٹڈ چائلڈ پروٹکشن (Integrated Child Protection) کی جانب سے ایک سرکیولر جاری کیا گیا جس میں محکمہ مذکورہ نے مدارس کو بھی رجسٹریشن کرنے کا حکم دے دیا تھا۔اس سرکیولر میں رجسٹریشن کرنے کے علاوہ منتظمہ، عملہ اور تین سالہ بیلنس شیٹ اور متعدد سالوں کی سماجی سرگرمیوں کی تفصیلات شامل کرنے کو کہا گیا تھا نیز اس بات کی بھی صراحت کی گئی تھی کہ اگر اس حکمنامہ کے اجراء کی تاریخ سے تیس دن کے اندر اندر اس حکم کی تعمیل کر کے رجسٹریشن کرنے میں ناکامی ہوئی تو فی یوم ایک ہزار روپے کی شرح سے جرمانہ بھی وصول کیا جائے گا۔جس کو حکومت کے ریونیو ایکٹ (Jammu and Kashmir Land Revenue Act 1939) کے مطابق وصول کیا جائے گا۔اس حکمنامہ کے اجراء پر تشویش کا پیدا ہوجانا ناگزیر تھا چنانچہ صدر رابطہ نے ایک طرف ریاست کے ممتاز وکلاء کے ساتھ حکمنامہ کی عبارت کے متعلق صلاح مشورہ کیا کیونکہ جس ایکٹ کی روشنی میں یہ حکم جاری کیا گیا تھا وہ ایکٹ اصل میں لاوارث نیز چوراہوں اور راستوں میں بھیگ مانگنے والے بچوں کی کفالت کرنے والے اداروں کے لئے بنایا گیا تھا مدارس کو اس میں داخل کرنا سمجھ میں نہیں آرہا

****

ہے۔وکلاء سے مشورہ کے علاوہ دوسرا اقدام یہ بھی کیا گیا کہ موجودہ انتظامیہ سے گفت وشنید کی کوشش کی گئی۔مورخہ ۴ جولائی ۲۰۱۸ء کو جبکہ حضرت مولانا محمد ابراھیم صاحب پانڈور خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی تشریف لائے تھے ان کے استقبال کے لئے ائیر پورٹ حاضری ہوئی ائیر پورٹ میں حضرت مولانا کا استقبال کرنے کے بعد قریب میں ہی ایک مکان پر نماز ظہر وظہرانہ سے فراغت ہوئی۔اس موقعہ پر ہنگامی طور پر ایک وفد جو صدر رابطہ، ریاستی ناظم عمومی کے علاوہ معروف عالم دین مولانا سید ارشد ندوی کے علاوہ بعض معززین پر مشتمل تھا ریاستی سیکریٹریٹ میں بعض افسران سے ملاقی ہوا۔اس ملاقات کے نتیجے میں معاملہ کی نزاکت وشدت کا احساس ہوا۔ چنانچہ اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ گورنر کے مشیر صاحب جو اس محکمہ کے انچارج ہیں سے بھی اس سلسلے میں ملاقات کرنی پڑے گی لہذا مجلس عاملہ کے بعض ذمہ داروں کی ہنگامی میٹنگ طلب کی گئی جس میں صدر رابطہ، ریاستی ناظم عمومی، صوبائی نائب صدر، ناظم رابطہ کے علاوہ معزز ممبران میں سے حضرت مولانا احمد سعید صاحب قاسمی، مولانا مفتی عبدالرشید صاحب مفتاحی، مولانا عبدالعزیز صاحب قاسمی صدر ضلع کپواڑہ، مولانا مفتی سید محمد ایوب صاحب شوپیانی، مولانا مفتی اعجاز الحسن بانڈے قاسمی صاحب، مولانا مفتی ارشاد احمد قاسمی صاحب وغیرہ حضرات نے شرکت کی، کافی غور وخوض کے بعد ذمہ داران رابطہ کے دو وفود حکومت کے ذمہ داران سے ملاقاتوں کے لئے تشکیل دئے گئے۔خوش قسمتی سے اسی روز شام کو متعلقہ محکمے کے ایڈوائزر صاحب نے ملاقات کا وقت دیا چنانچہ وقت متعینہ پر ریاستی صدر رابطہ، ناظم عمومی، نائب صدر مولانا سید محمد

****

اقبال صاحب، رکن عاملہ مولانا فیاض احمد قاسمی صاحب، مولانا عبدالعزیز صاحب قاسمی، مولانا اعجاز الحسن بانڈے صاحب، مفتی سید محمد ایوب صاحب، مولانا مفتی ممتاز احمد صاحب، مولانا عنایت اللہ صاحب وغیرہ حضرات نے موصوف سے ملاقات کی۔ یہ ملاقات تقریباً پون گھنٹہ جاری رہی اور مذکورہ معاملے میں تفصیلی گفت وشنید ہوئی۔ ایڈوائزر موصوف نے اس معاملہ کو نہایت اطمینان سے سنا اور سمجھا اور اس سلسلے میں کچھ اقدامات کرنے کی یقین دہانی کرائی۔ اس کے چند روز بعد صدر رابطہ کی معیت میں ایک اور وفد محکمہ مذکورہ کے ڈائریکٹر صاحب سے ملاقی ہوا جنہوں نے مسئلے کی نزاکت کو واضح کر کے وفد کو بتایا کہ بعض مدارس کی کوتاہیوں کی بناء پر عدالت عالیہ نے ایسی ہی ہدایت جاری کی ہے۔ جس کی بناء پر احتیاطی تدابیر کے طور پر یہ اقدامات کئے جارہے ہیں تاہم وہ مدارس کے حق میں کوشش کر رہے ہیں اور بلا تاخیر فوری طور پر متعلقہ ذمہ داران حکومت سے گفت وشنید کی اور مدارس کو اس معاملہ سے مستثنیٰ کرنے کا وعدہ دیا۔ انہوں نے اس بات کا اطمینان تو دلایا کہ مسئلہ کو آسان بنایا جائے گا مگر یہ بھی تاکید کی کہ اہل مدارس کو اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا ہوگا۔ یہ وہ بات تھی جس کو ہمارے اکابر ہمیشہ دارالعلوم دیوبند میں منعقدہ اجلاسوں میں واضح کرتے آئے ہیں کہ رابطہ مدارس سے متعلق مدارس کو ان امور کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے تاکہ کوئی شکایت باقی نہ رہے اور اعتراض کرنے والوں کو اعتراض کا موقعہ نہ رہے۔ اس تسلی بخش گفتگو کے بعد امید ہوگئی کہ اب یہ مسئلہ زیادہ الجھن کا باعث نہیں بنے گا لیکن بدقسمتی سے چوبیس گھنٹے کے گذرنے کے بعد ہی انتظامیہ میں ہونے والی کافی تبدیلیوں کے ضمن میں ڈائریکٹر

****

موصوف کا بھی کسی دوسرے محکمہ میں تبادلہ ہوگیا تاہم معلوم ہوا ہے کہ اس قانون سے مدارس کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ لیکن کوئی تحریر اب تک دستیاب نہیں ہوسکی البتہ مذکورہ محکمہ کے ملازمین نے زبانی طور بعض مدارس کو یہ پیغام دیا کہ اب ان کاغذات کے بنانے کی ضرورت نہیں اور یہ تقاضہ بھی موقوف کر دیا جبکہ یہ ہدایات ۲۹ جون کو جاری کر دی گئی تھیں اور تیس دن کے اندر اندر کاروائی کا حکم دے دیا گیا تھا۔

☆☆☆

سرکاری مدرسہ بورڈ

ابھی اس امر سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ مورخہ ۱۳/اگست کے اخبار میں سرکاری مدرسہ بورڈ کے قیام کے لئے قانون کے مسودہ کی چند دفعات شائع ہوئیں جن میں مدارس کے نصاب تعلیم، نظام امتحانات، داخلہ وحسابات کے بارے میں کافی ایسی چیزیں مذکور تھیں جس کے نتیجے میں مدارس دینیہ کا اپنا نظام ہی معطل ہو کر رہ جاتا ہے چنانچہ اس سلسلے میں رابطہ مدارس اسلامیہ کے ذمہ داروں کا مندرجہ ذیل بیان جاری کر دیا گیا۔

رابطہ مدارس اسلامیہ جموں وکشمیر کی طرف سے بار بار یہ حتمی اعلان کیا جاتا رہا ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے قائم ہونے والے کسی بھی مدرسہ بورڈ میں شریک ہونے کی نہ ہم کو ضرورت ہے نہ یہ ہمارے لئے مفید ہے نہ ہی یہ ہمارے مشن سے ہم آہنگ ہے۔

****

گریٹر کشمیر کے 13/اگست 2018ء کے شمارے میں مدرسہ بورڈ کے لئے بل کا مسودہ تیار کئے جانے کی رپورٹ شائع ہونے پر ذمہ داران رابطہ مدارس حضرت مولانا محمد رحمت اللہ میر صاحب قاسمی صدر رابطہ جموں وکشمیر، کشمیر اور جموں کے دونوں صوبائی نائب صدور مولانا غلام قادر صاحب پونچھ اور مولانا سید محمد اقبال صاحب اندرابی، جنرل سیکریٹری مولانا مفتی نذیر احمد صاحب قاسمی، نائب ناظم صوبہ جموں مفتی محمد عنایت اللہ صاحب، ناظم امتحانات مولانا مفتی محمد یعقوب صاحب، مولانا مفتی محمد اسحاق صاحب، مولانا احمد سعید صاحب وغیرہ نے مدرسہ بورڈ کے متعلق اپنا موقف پھر واضح کیا ہے کہ دارالعلوم دیوبند اور اس کے نہج کے دوسرے مدارس کا اپنا مضبوط اور متفقہ بورڈ قائم ہے جو تعلیم، تربیت، انتظامات، نگرانی، ہدایات اور تمام ضروری امور سے متعلق تفصیلی احکامات جاری کرتا ہے۔ لہٰذا ان مدارس کو دوسرے کسی بورڈ کی حاجت نہیں ہے۔ سرکاری بورڈ قائم ہونے کی جو تفصیلات ابھی تک مذکورہ اخبار کے ذریعہ سامنے آئی ہیں اس کی بنیاد پر مدارس اسلامیہ کا نظام تعلیم وتربیت، نظام مالیات اور نظام اشاعت دین سب کچھ نہ صرف متاثر ہوگا بلکہ ان مدارس کا تشخص وتقدس پوری طرح بدل جانے کا خدشہ ہی نہیں تجربہ ہے۔ اس لئے کہ جب بھی اور جہاں بھی یہ دینی مدارس کسی سرکاری بورڈ سے منسلک ہوئے وہ اپنے مشن سے بھی دور ہوئے، اور جو خدمات وہ انجام دے رہے تھے وہ سب آہستہ آہستہ ختم ہوگئیں۔ اس سلسلے میں مختلف علاقوں مغربی بنگال، بہار، اڑیسہ اور یوپی کے اسی طرح کے مدارس کا حال ہمارے سامنے ہے۔

****

ہمارے ان مدارس اسلامیہ میں صدقات وزکوۃ کی رقوم شرعی ضوابط کے مطابق خرچ ہوتی ہیں جب کہ بورڈ سے وابستہ ہونے کے بعد صدقات وزکوۃ کے مصارف کا شرعی سلسلہ بھی متاثر ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور طرح طرح کے نقصانات ہیں جو ان مدارس کے لئے ہونا متوقع نہیں یقینی ہیں۔

رابطہ کے ذمہ داران نے کہا کہ کسی بھی جانب سے جو مفید اور بہتر تجاویز ہمارے سامنے آتی ہیں ہم ان کا خیر مقدم کرتے ہوئے اپنے وسائل کے مطابق عملانے کے اقدامات کرتے آئے ہیں آئندہ بھی کریں گے، مگر اپنی خودمختاری کو قائم رکھ کر کسی بھی مداخلت سے بچا کر اپنا کام کرنا ان مدارس کے منتظمین کی حکمت عملی رہی ہے۔ جس کے نتیجہ میں اسلام کی حفاظت واشاعت میں یکسوئی کے ساتھ یہ مدارس سرگرم ہیں۔ برصغیر میں انگریز دور میں بھی یہی حکمت عملی رہی اور غیر ملکی اقتدار کے خاتمہ کے بعد بھی پورے برصغیر کے تمام علاقوں اور خطوں کے مدارس اسی نہج پر قائم ہیں کہ وہ ہر قسم کی سرکار (چاہے کسی بھی قسم حتی کہ مسلم سرکار ہو) کی مداخلت سے بھی اپنے آپ کو الگ رکھتے ہیں اور آئندہ بھی رکھیں گے۔

لہٰذا ہمارے دینی مدارس کے لئے کسی سرکاری بورڈ کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ اس عزم کا اظہار پوری ریاست سے آنے والے ساڑھے تین سو سے زائد مدارس نے مورخہ 4/اگست 2018ء کو منعقد ہونے والے ریاستی اجلاس میں دہرایا۔

اس بیان کے جاری کرنے کے ساتھ ساتھ ریاستی انتظامیہ کے بعض ذمہ داروں سے بھی گفت وشنید کے لئے ملاقات کی کوشش کی گئی اس سلسلے میں اہم ترین

****

ملاقات ریاستی وزارتِ تعلیم کے کمشنر سیکرٹری سے ہوئی اس ملاقات میں کمشنر موصوف نے اخبار میں شائع شدہ تفصیلات کو ملاحظہ کرنے کے بعد واضح طور پر نہایت تاکید کے ساتھ یہ بات دہرائی کہ ہمیں معلوم ہے کہ مدرسہ بورڈ کا قیام لازمی نہیں قرار دیا جاسکتا ہے اس سے اس پر عمل درآمد میں دشواری پیش آئے گی اس لئے یہ اختیاری رہے گا۔ ہمارا اس کو لازمی بنانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے یہ مدرسہ بورڈ اختیاری ہوگا اور اس بورڈ کی ضرورت بقول ان کے اس وجہ سے محسوس سے ہوئی کیونکہ مرکزی سرکار کی طرف سے جو رقوم وصول ہوتی ہیں ان کو ایسے مدارس تک پہنچانا ضروری ہے جو مدارس اس امداد کی ضرورت رکھتے ہیں۔ انہوں نے اس بات کو زور دے کر کہا کہ آپ لوگ میری طرف سے میڈیا میں بھی یہ بات واضح کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا تمام مدارس کو اس بورڈ میں شامل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ بلکہ وہی مدارس اس میں شامل ہونگے جن کو اس کی خواہش ہو۔

اس ملاقات کے بعد رابطہ مدارس کی مجلس منتظمہ کا اجلاس مندرجہ ذیل بیان کے اجراء کے ساتھ اپنے اختتام کو پہونچا۔

رابطہ مدارس اسلامیہ جموں وکشمیر کی مجلس منتظمہ کا ہنگامی اجلاس مدرسہ بورڈ کی سرگرمی پر تشویش کے سلسلے میں منعقد ہوا۔ صوبہ کشمیر کے تمام علاقوں کے ضلعی صدور پر مشتمل یہ مؤقر اجلاس اس مسودہ پر سخت اضطراب وتشویش کا اظہار کرتا ہے جو اس وقت ریاستی حکومت کے متعلقہ ادارے مرتب کر رہے ہیں جس کی تفصیلات اخبارات میں آئی تھی۔ جموں وکشمیر دونوں صوبوں میں مدارس کے ضلعی ذمہ داران پر

****

مشتمل بہت سے وفود اپنے ضلعوں کے ڈپٹی کمشنر صاحبان سے ضلعی دفاتر میں ملاقی ہوئے اور زبانی یا تحریری طور پر یادداشتیں پیش کیں۔ جن میں بورڈ سے متعلق ان خدشات کا اظہار کیا گیا جو مدارس کے لئے ضرر رساں ہیں۔ سرینگر میں جو مؤقر وفد ایجوکیشن سیکریٹری صاحب سے ملاقات کے لئے گیا ان میں رابطہ مدارس اسلامیہ جموں وکشمیر کے صدر حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب قاسمی، دارالعلوم سوپور کے ناظمِ اعلیٰ مولانا بشیر الدین صاحب قاسمی، دارالعلوم بلالیہ سرینگر کے مفتی عبدالرشید صاحب مفتاحی، لداخ لیہہ جامع مسجد کی سابق امام مولانا محمد عمر ندوی اور النور ایجوکیشنل ٹرسٹ کے مولانا ارشد ندوی صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اجلاس میں ایک بار پھر اس عزم کا اعادہ کیا گیا کہ اس قسم کے بورڈ کی نہ کوئی ضرورت ہے اور نہ ہی اس دینی تعلیم کے لئے اس بورڈ میں کوئی فائدہ متوقع ہے جو مدارس اسلامیہ کا مشن ہے۔ اجلاس میں مدارس کے ذمہ داران کو تاکید کی گئی کہ وہ چوکنا رہیں اور مدارس کی تعلیم وتربیت، صفائی وستھرائی، حسابات آمد وخرچ کی شفافیت کے ساتھ ساتھ ریکارڈ، رابطہ کی طرف سے طے کردہ خطوط اور ہدایات کے مطابق بنائیں، یہ مدارس صدقات وزکوۃ اور عوامی تعاون سے چلتے ہیں اس میں ہر طرح دیانت و امانت کو ملحوظ رکھا جائے اور مجوزہ بورڈ کی مداخلت سے محفوظ رہنے کے لئے ہر ضروری اقدام کیا جائے جس کا تعلق داخلی شفافیت اور نظام کی عمدگی سے ہے۔

اجلاس میں تمام اضلاع کے ذمہ داران کے علاوہ تحصیل سطح کے نمائندوں کی بھی شرکت ہوئی۔ (بحوالہ روزنامہ کشمیر عظمیٰ ۱۷/اگست ۲۰۱۸ء)۔

مجلس منتظمہ کا یہ اجلاس ۵ ذی الحجہ کو منعقد ہوا اس کے بعد عید الاضحیٰ اور

****

قربانی کے انتظامات کے سلسلے میں اہل مدارس کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں چنانچہ اس موقعہ پر مزید توجہ اس جانب نہیں دی جاسکی بلکہ تعطیل عیدالاضحیٰ سے فراغت کے بعد اس معاملہ کو مزید توجہ سے دیکھا جائے گا۔ان شاءاللہ۔

یہاں پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ اسلامی خلافت اور سلطنت کے سقوط کے بعد جب پوری دنیا پر عیسائیت کا نظام مسلط ہونے لگا تو علمائے دین متین نے نجی دینی تعلیمی اداروں کے قیام کا جو سلسلہ اللہ پاک کی توفیق سے شروع کیا اسی کے نتیجے میں آج اللہ پاک کے فضل وکرم سے قرآن پاک کے علوم ومعارف کو دنیا میں موجود اور باقی پایا جارہا ہے۔ان مدارس کے بنیادی اصولوں میں یہ بات کہی گئی ہے کہ یہ مدارس سرکاری اثرات سے بھی آزاد ہوں اور ایسے امراء ورؤساء کی شرکت سے بھی احتیاط کی جاتی ہے جن کی جانب سے مداخلت کا اندیشہ ہو۔ یہ ان دینی مدارس کا ایک بنیادی اہم نقطہ ہے جس کی وجہ سے یہ مدارس بغیر کسی طمع ورعب کے اپنا کام نہایت مضبوطی سے کرتے چلے آئے ہیں اور اپنے مشن کو کامیابی سے آگے بڑھاتے رہے ہیں۔مناسب ہے کہ دارالعلوم دیوبند اور ان مدارس کے نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کے بارے میں اس امتیاز کو تفصیل سے سمجھا جائے جس کی بناء پر یہ مدارس نہایت کامیابی کے ساتھ خدمت دین کا یہ مشن آگے بڑھاتے چلے جارہے ہیں۔ اس سلسلے میں تاریخ دارالعلوم دیوبند سے ہم ایک تفصیلی اقتباس نقل کرتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔اس کو دھیان سے پڑھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔

****

دارالعلوم کی تعلیمی خصوصیات

(مولانا محمد اللہ قاسمی مرتب جامع ومختصر تاریخ دارالعلوم)

تعلیم جس قدر سادہ اور مختصر سا لفظ ہے اتنا ہی اہم اور روح کی گہرائی تک کو متأثر کرنے والا عمل ہے، تعلیم محض نقوش، حروف، خطوط، آواز، بولیوں اور چھوٹی بڑی کتابوں کا نام نہیں ہے، بلکہ ایک ایسی ذہنی ودماغی اور علمی تربیت کا نام ہے جس کے ذریعے انسان کی فطری قوت وصلاحیت کو ابھار کر سنوارنا اور منظّم کرنا ہے اور انسانی جذبات واحساسات کو ایک عمدہ اور اعلی نصب العین کے تحت لاکر مہذب اور شائستہ بنانا ہے، تاکہ نوع انسانی کے لئے مفید ثمرات ونتائج حاصل کئے جاسکیں، انسان کو اس کی اپنی صلاحیتوں کا صحیح استعمال کرانا بہت دشوار ہے اور جس قدر دشوار ہے اسی قدر ضروری بھی ہے۔

بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ اگر تعلیم صرف نہ جانی ہوئی چیزوں کی واقفیت تک محدود ہو تو کوئی غیر معمولی بات نہ ہوتی لیکن اگر اسے عمل کا پابند بنا دیا جائے تو پھر اس کی دشواریاں کئی گنا بڑھ جاتی ہیں، اگرچہ علم کی قدر دنیا کی ہر قوم کرتی ہے، لیکن علم کی نسبت مسلمانوں کا جو نظریہ ہے، وہ دوسری قوموں سے بالکل مختلف ہے، غیر مسلم علم اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے دنیا میں قوت وعظمت اور ترقی وبرتری حاصل کریں، علم کو عام طور پر حصولِ معاش کے لئے وسیلہ سمجھا جاتا

****

ہے، مگر مسلمانوں کی یہ خصوصیت ہے کہ انہوں نے علم کو وسیلے کے بجائے مقصد سمجھا ہے ذریعہ معاش نہیں سمجھا۔ مسلمانوں نے ہمیشہ علم کو علم کے لئے سیکھا ہے، انہوں نے علم کو کبھی اس لئے خاص نہیں کیا کہ اس کے ذریعے معاش حاصل کریں، مسلمانوں کے نزدیک حصولِ علم ایک فریضہ ہے جو دنیوی مفاد کے علاوہ اُخروی نجات کا ذریعہ بھی ہے، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''**طلب العلم فریضة علی کل مسلم**''یعنی ہر مسلمان پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔

تحصیلِ علم کی یہ فرضیت عمل ہی کے لئے ضروری قرار دی گئی ہے اور ہر شخص پر تحصیلِ علم بقدر ضرورت واجب ہے، تاریخ کی یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک سر بلند نہیں ہوسکتی، جب تک اس میں علم وعمل کی قوتیں بیدار نہیں ہوتیں، تعلیم ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی بدولت روحانی اور اخلاقی، تمدنی اور تہذیبی ترقی ہوسکتی ہے جو انسانی تخلیق کا مقصد اعلیٰ ہے۔ ایسی ترقی کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ ہر طالب علم کو اس کا موقع دیا جائے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کی بہتر سے بہتر طریقہ پر نشو ونما کر سکے، بالفاظ دیگر معاشرے کا فرض اولین ہے کہ وہ تمام ایسی سہولتیں مہیا کر دے جس سے ہر طالب علم اپنے بہترین جوہر دکھا سکے۔ درحقیقت علم سے قومیں بنتی ہیں اور جہل سے بگڑتی ہیں، بناء بریں ضروری ہے کہ ہر شخص کو تعلیم حاصل کرنے کے یکساں مواقع حاصل ہوں، اسلام نے تعلیم کو سماج کے مخصوص طبقوں کی اجارہ داری سے نجات دلا کر انسانیت پر اتنا بڑا احسان کیا ہے کہ اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

****

ہر ترقی حاصل کرنے والی قوم کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ اس کی ترقی کا راز اس قوم کے عوام کے تعلیم یافتہ ہونے میں مضمر ہوتا ہے، اور یہ اس وقت تک آسان نہیں جب تک تعلیم کا مفت انتظام نہ ہو۔ موجودہ طریقۂ تعلیم میں مصارف کی گراں باری نے اکثریت کو تعلیم کے فوائد سے محروم کر دیا ہے، صدہا برس کے تجربے کے بعد بیسویں صدی کے ماہرین تعلیم بالآخر اس نتیجے پر پہونچے ہیں کہ عوام کی تعلیم مفت ہونی چاہیے اور جب تک یہ طریقہ اختیار نہ کیا جائے گا، تعلیم کا عام ہونا مشکل ہے۔

قدیم تعلیمی نظام میں ہمیشہ سے اسی اصول پر عمل درآمد رہا ہے، چنانچہ ان مدارس میں تعلیم کا جو نہج اختیار کیا گیا تھا اس میں تعلیمی مصارف کو طلبہ کے بجائے درسگاہوں کے ذمہ رکھا گیا تھا، اس تعلیمی نظام میں تعلیم پر کوئی فیس عائد نہ تھی اور اتنا ہی نہیں بلکہ طلبہ کے لئے زیر درس کتابوں کا انتظام بھی مفت ہوتا تھا، پھر نہ صرف یہ کہ تعلیم مفت تھی اور قیام گاہ (بورڈنگ ہاوس) کا کرایہ نہیں لیا جاتا تھا، بلکہ نادار اور غریب طلبہ کو درس گاہوں کی جانب سے کھانا، کپڑا اور دوسری ضروریات کے لئے نقد روپئے بھی دئے جاتے تھے، مدارس عربیہ کی یہ وہ خصوصیت ہے جس کی مثال دنیا کے کسی تعلیمی نظام میں نہیں پائی جاتی۔

اس کے علاوہ مدارس عربیہ میں حصول علم پر کوئی ایسی پابندی نہیں کی گئی جس کے ذریعے قوم کے کچھ افراد پر تعلیم وتعلم کے دروازے بند کر دیئے گئے ہوں، بلکہ ان میں ہر وہ شخص جس کو اکتساب علم کا ذوق ہوتا بغیر کسی رکاوٹ کے علم حاصل کر

****

سکتا تھا، عمر اور پیشے کی قید سے ہمارے مدارس ہمیشہ آزاد رہے ہیں اور ان میں رنگ و نسل، امیر و غریب اور اونچ نیچ کے مابین کوئی امتیاز اور فرق روا نہیں رکھا گیا، اسی بناء پر ہر شخص کے لئے خواہ وہ کسی نسل سے تعلق رکھتا ہو اور کتنا ہی کم مقدور کیوں نہ ہو، بلا تکلف اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی راہیں ہمیشہ کھلی رہی ہیں۔ مسلمانوں کی علمی تاریخ میں بے شمار ایسے علماء و فضلاء ملیں گے جو آبائی طور پر مختلف ادنیٰ و اعلیٰ پیشوں سے تعلق رکھتے تھے، مدارس دینیہ میں تعلیم کو زیادہ سے زیادہ قیود و شرائط سے آزاد رکھے جانے کا اصول پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ادنیٰ پیشے والوں سے تعلیم کی پابندی اٹھانا دنیا نے مسلمانوں ہی سے سیکھا ہے اور جس چیز کا سہرا آج یورپ کے سر باندھا جا رہا ہے، وہ درحقیقت مدارس عربیہ ہی کی دین ہے۔

مفت تعلیم

ہمارے قدیم نظام تعلیم کی یہی روایات دارالعلوم کا طرۂ امتیاز ہیں۔ یہاں بھی طلبہ سے کوئی فیس نہیں لی جاتی، غیر مستطیع اور ضرورت مند طلبہ کو دارالعلوم کی جانب سے کھانا، کپڑا اور نقد وظائف دئے جاتے ہیں، زیر درس کتابیں اور قیام کے لئے جگہ ہر مستطیع و غیر مستطیع طالب علم کے لئے مفت مہیا کی جاتی ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دارالعلوم کی تعلیم صرف دولت مندوں کے ساتھ مخصوص نہیں رہی ہے بلکہ غریب سے غریب شخص بھی اس کے ذریعے سے اپنے بچوں کو زیور علم سے آراستہ کر سکتا ہے، اس کا فیض عام اور بقدر استعداد تام ہے۔ دارالعلوم دیوبند ہندوستان میں

****

وہ پہلی تعلیم گاہ ہے جو مفت تعلیم (Free Education) کی بنیاد پر قائم ہوئی اور ڈیڑھ صدی سے زیادہ مدت سے یہ مفت نظام تعلیم پوری کامیابی سے جاری و ساری ہے۔

غیر فاصلاتی تعلیم

زمانہ ٹیکنیکل تعلیم میں ترقی کر کے ثریا پر پہنچ گیا ہے اور زمین کا سینہ چاک کر کے اس کے خزانے نکال لایا ہے، لیکن تعلیم اپنے اصل مقصد بلند اخلاق اور جوہر انسانیت کے ساتھ آراستگی سے آج تک محروم ہے، دارالعلوم نے اپنا نظام تعلیم اس طرح مرتب کیا ہے کہ اس میں تعلیم کی پختگی کے ساتھ اخلاق کی بلندی اور اعمال و کردار کی پاکیزگی کی طرف یکساں توجہ دی گئی ہے، ظاہر ہے کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا تصور طلبہ اور اساتذہ کے درمیان فاصلاتی طور پر مشکل ہے یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم نے فاصلاتی تعلیم کو اپنے نظام میں کوئی جگہ نہیں دی ہے۔ گرچہ ٹیکنیکل ترقی نے پوری دنیا کو ایک ٹیبل پر سمیٹ کر رکھ دیا ہے اور جدید مواصلاتی نظام نے دوری کے تصور کو ختم کر دیا ہے لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فاصلاتی تعلیم یا آن لائن ایجوکیشن کے ذریعے دنیا کے کسی کونے میں بیٹھ کر بحث و مباحثہ اور ہر طرح کے علم کا حصول تو ممکن ہے لیکن اس صورت میں تعلیمی ماحول کی پاکیزگی، اساتذہ کی نگرانی میں تربیت اور صالح صحبت کے تعین کے ذریعے شخصیت کا ارتقاء نہ صرف مشکل ہے بلکہ غیر ممکن ہے۔

فاصلاتی تعلیم کی یہی وہ خامی ہے جس کی بنیاد پر دارالعلوم نے اس نظام کو

****

اپنے مقصد سے ہم آہنگ نہ پا کر مسترد کر دیا ہے، البتہ دینی امور میں رہنمائی کے لئے آن لائن کا دروازہ پوری دنیا کے لئے کھول رکھا ہے۔ دارالعلوم دیوبند اپنے اس نظریۂ تعلیم میں کہاں تک کامیاب ہے اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ آج دنیا کے چپے چپے میں یہاں کے فضلاء دینی علوم وفنون پر دسترس حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کی روحانی واخلاقی قدروں سے آراستہ ہو کر اسلامی دعوت وتبلیغ کی جدوجہد میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں اور اپنے اعمال کی درستگی اور کردار کی پاکیزگی میں پوری دنیا کے لئے نمونہ بنے ہوئے ہیں۔

تعلیمی آزادی

برطانوی دور حکومت میں دارالعلوم وہ پہلی درس گاہ تھی جس نے ''آزادانہ طریقۂ تعلیم'' کو پیش کیا اور سیاسی غلامی کی فضا میں ملت کی ذہنی آزادی کو برقرار رکھنے کی جدوجہد کی۔ اگرچہ یہ کام بہت مشکل تھا مگر دارالعلوم نے اس پر عمل کر کے اس مشکل کو آسان بنا دیا، دارالعلوم نے حکومت برطانیہ کی پیش کش کے باوجود کبھی اس کی امداد قبول نہیں کی، اس لئے وہ بہت سی ایسی پابندیوں سے آزاد کر رہا ہے جو سرکاری ''زر امداد'' کے ساتھ ساتھ آنی لازمی ہیں۔ بعض لوگوں کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ جب حکومت دارالعلوم کو گراں قدر مالی امداد دینے پر آمادہ تھی تو اس کو قبول امداد میں احتراز وانکار مناسب نہ تھا، قوم خواہ کتنی ہی فیاضی دکھائے مگر پھر بھی حکومت کی پیش کردہ امداد کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ان لوگوں کی نظر غالباً اس امر پر نہیں گئی کہ

****

مدارس عربیہ کو حکومت کے اثر سے اس لئے آزاد رکھنا ضروری ہے کہ حکومت خواہ مسلمانوں ہی کی کیوں نہ ہو جب تک وہ خالص اسلامی طرز کی حکومت نہ ہو اس کی سیاست بے لاگ اور بے غل وغش نہیں ہو سکتی اور مدارس عربیہ کے لئے ایسی تعلیم درکار ہے جو ہر قسم کے غیر اسلامی اثر اور خارجی عمل کے دخل سے بالکل آزاد ہو۔

دارالعلوم دیوبند نے کبھی حکومت وقت سے امداد حاصل نہیں کی، اس کا تمام تر سرمایہ اعتماد علی اللہ ہے، دارالعلوم صرف مسلم عوام کے بھروسے پر دین کی خدمت میں منہمک رہا ہے اور لیل ونہار کی تیز وتند گردشوں کے باوجود اپنی قدیم شان دار روایات کے ساتھ قائم ہے اور ان شاء اللہ ہمیشہ اس کا فیض جاری رہے گا۔

دارالعلوم کو حکومت کی اعانت اور سرکاری مداخلت سے بالکل علیحدہ اور آزاد رکھا گیا ہے، برطانوی حکومت کی جانب سے تعلیم وتربیت کا جو نظام اس زمانے میں جاری رکھا گیا تھا وہ نہ صرف یہ کہ اسلامی نصب العین اور عقیدے سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا تھا بلکہ مسلمانوں کے لئے سخت مضر تھا، اگر اس کو قبول کر لیا جاتا تو ہماری موجودہ نسل محض یہی نہیں کہ اسلام سے بے بہرہ ہوتی بلکہ عجب نہیں کہ وہ اسلام سے منحرف اور باغی ہو چکی ہوتی۔ دارالعلوم کے اکابر نے بروقت اس خطرے کا احساس کیا اور سیاسی غلامی کے باوجود ذہنی آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے قدیم نظام تعلیم کی از سر نو بنیاد ڈالی تاکہ اس نصاب کی تعلیم سے فارغ ہونے والے طلبہ ایک مرد مومن کی حیثیت سے زندگی کے عملی میدان میں قدم رکھ سکیں۔

****

طلب علم کا اعلیٰ مقصد

آج بھی عمومی طور پر بدقسمتی سے تعلیم کا مقصد یہ ہو کر رہ گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے کوئی اچھی اور پُر منفعت ملازمت حاصل کر کے معقول روزی کمائی جائے، گویا تعلیم کا مفہوم ہی سرے سے بدل ڈالا گیا ہے، اور ''علم برائے علم'' کے بجائے اب صرف حصول معاش کے دوسرے بہت سے ذرائع کی طرح یہ بھی ایک ذریعہ بن کر رہ گیا ہے، حالانکہ شرف علم کا قدرتی تقاضا ہے کہ اس کا نصب العین بلند ہو۔ بلاشبہ دنیاوی علوم وفنون اس لئے حاصل کئے جاسکتے ہیں کہ ان کے ذریعے سے دنیاوی ترقی حاصل کی جاسکے، لیکن اگر اس نصب العین کو صرف اپنے ذاتی مفاد تک محدود کر دیا جائے اور اپنی ہی منفعت سامنے رکھی جائے تو یہ خود غرضی ہے، علم جیسی گراں قدر دولت کو صرف اپنی اغراض پر خرچ کرنا علم کی عظمت کو نہ پہنچانا ہے، دنیاوی علوم وفنون حاصل کرنے کا مقصد یہ بھی ہونا چاہیے کہ اس کے ذریعے سے پوری قوم کے سرمائے کو ترقی دی جاسکے اور نہ صرف اپنے عروج وترقی کا بلکہ وہ ملک وملت کی ترقی کا ذریعہ بن سکے۔

مدارس عربیہ کے طلبہ کے سامنے حصول علم کا مقصد اور نصب العین اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کی مخلوق کی بہترین خدمت ہے، شاگرد استاد کو استاد ہی سمجھتے ہیں، استادی اور شاگردی کی قدیم حدود مراتب کا پوری طرح لحاظ رکھتے ہیں، شاگرد

****

اپنے استاذ کا ویسا ہی ادب کرتے ہیں جیسے اپنے والدین کا۔ اساتذہ کی خدمت کو ہر طالب علم باعث ازدیاد علم وبرکت تصور کرتا ہے۔

اسلامی تاریخ کا یہ زریں واقعہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ بغداد میں جب مدرسہ نظامیہ قائم ہوا اور اس کے اساتذہ اور طلبہ کے گراں قدر مشاہرے مقرر ہوئے اور حکومت کی جانب سے ہر قسم کا سامان آسائش مہیا کیا گیا تو علمائے بخارا نے 'زوال علم' کی مجلس ماتم منعقد کی اور اس پر اظہار افسوس کیا کہ اب علم، علم کے لئے نہیں جاہ وثروت کے لئے حاصل کیا جائے گا، ظاہر ہے کہ جس شخص کے سامنے علم کا یہ اعلیٰ مقصد نہ ہوگا، وہ عصری اداروں کے بجائے دارالعلوم کا رُخ ہی کیوں کرے گا، جس کی سند کی قیمت حکومت کی نظر میں تقویم پارینہ سے زائد نہیں ہے۔

دارالعلوم کے نصاب تعلیم سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ سرکاری امتحانات ''مولوی، فاضل'' وغیرہ کے معیار سے کہیں زیادہ بلند پایہ ہے، اس لئے اگر دارالعلوم چاہتا تو حکومت سے بآسانی اپنی سند کو ''مولوی، فاضل'' کے مساوی تسلیم کرا سکتا تھا، مگر اس نے اپنی سند کو سرکاری محکموں کی ملازمت کے لئے ''پروانہ راہ داری'' بنانے کے بجائے اس امر کو زیادہ مناسب سمجھا کہ وہ طلبہ میں ایسی قابلیت و فضیلت پیدا کرنے کی سعی کرے کہ لوگ اس طالب علم اور اس کی سند کو دیکھتے ہی یہ باور کرلیں کہ یہ کوئی کام کی چیز ہے اور یہ شخص دین کے جس کام کو اپنے ذمہ لے گا اس کو قابلیت اور خوش اسلوبی سے انجام دے سکے گا۔

****

اعلیٰ روحانی واخلاقی قدریں

دارالعلوم کے نصاب تعلیم میں اس بات کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے طالب علم اسلام کی روحانی اور اخلاقی قدروں کے ساتھ ساتھ اسلامی علوم وفنون میں بھی پورے طور پر دسترس اور مہارت حاصل کر سکے، تاکہ یہاں سے نکلنے کے بعد ملت کی مخلصانہ قیادت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کا اہل ہو جائے اور اسلامی دعوت وتبلیغ کی جدوجہد میں اہم کردار ادا کر سکے۔ دارالعلوم میں طلبہ کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ان کی تعلیم کا مقصد ڈگریاں حاصل کرنا یا سرکاری ملازمتوں اور عہدوں کے لئے تیاری کرنا ہرگز نہیں ہے، بلکہ یہ ایک خالص دینی تعلیم ہے جس کا مقصد انسانیت کی خدمت ہے۔

آج کل کے سیاسی اور جغرافیائی حالات کا تقاضہ ہے کہ مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت موجود رہنی چاہیے جو اعلاء کلمۃ اللہ اور احیاء سنت کے لئے ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ خدا کا شکر ہے کہ دارالعلوم اپنے اس تعلیمی مقصد میں کامیاب ہے، اس درسگاہ سے ہزاروں کی تعداد میں ایسے علماء، مبلغین، مصنفین وقائدین نکلے ہیں جنہوں نے دارالعلوم کے اس مقصد سے کبھی گریز نہیں کیا ہے۔

حدیث نبوی، کتاب اللہ کی شرح وتفسیر اور اسلامی قانون کا دوسرا اہم ماخذ ہے۔ دارالعلوم دیوبند نے بیشتر دینی ودنیوی علوم کی خدمات انجام دیں ہیں مگر ان میں سب سے زیادہ نمایاں حیثیت حدیث کے درس کو حاصل رہی ہے، دارالعلوم کا درس حدیث روایت در روایت اور تفقہ کے تمام اصول کا جامع رہا ہے۔ یہاں

****

کوشش کی جاتی ہے کہ حدیث کی شرح اور اس کے متعلقہ مباحث پر ایسی تفصیل طلبہ کے سامنے آجائے جس سے احادیث نبوی کی جمع وتطبیق اور ترجیح وتاویل میں طلبہ کو اپنی آئندہ زندگی میں کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ درس حدیث میں دارالعلوم دیوبند تمام دینی مدارس میں احترام وعظمت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند اپنے تعلیمی نظام کی وسعت، اتباع سنت میں پختگی اور علوم وفنون میں کامل رسوخ کی بنا پر برصغیر میں منفرد تعلیم گاہ کی حیثیت رکھتا ہے، خصوصاً حدیث نبوی کی تعلیم میں ایک منفرد اسلوب کا حامل ہے۔ دارالعلوم دیوبند کی اس خصوصیت نے اسے دوسری تمام تعلیم گاہوں سے ممتاز بنا دیا ہے، اس کی دارالحدیث میں ہر سال ایک ہزار سے زائد طالبان علوم حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتماع رہتا ہے جو دنیا کے مختلف حصوں سے محض حدیث کی تعلیم کے لئے یہاں آتے ہیں، ان طالبان حدیث میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہوتی ہے جو دوسرے مدارس سے فارغ التحصیل ہوتے ہیں اور صرف اس لئے یہاں آتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند ہندوستان، پاکستان، برما، بنگلہ دیش اور افغانستان وغیرہ ملکوں کے دینی مدارس کی سربراہی کرتا ہے اور بہت سے مدارس طریقہ تعلیم اور اندرونی نظم ونسق میں دارالعلوم دیوبند کی تقلید کرتے ہیں۔

(جامع ومختصر تاریخ دارالعلوم دیوبند صفحہ نمبر ۲۱۱)

☆☆☆☆☆

****

اسباق تفسیر

عزت اللہ ہی سے طلب کرنا چاہیے

از: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ (صاحب معارف القرآن)

معارف ومسائل

پہلی آیت میں منافقین کے لئے دردناک عذاب کی خبر دی گئی ہے، اوراس رنج دہ خبر کولفظ بشارت سے تعبیر کر کے اس طرف اشارہ فرمادیا گیا کہ ہرانسان اپنے مستقبل کے لئے خوشخبری سننے کا منتظر رہا کرتا ہے، مگر منافقین کے لئے اس کے سوا کوئی خبر نہیں، ان کے لئے بشارت کے عوض میں یہی خبر ہے۔

عزت اللہ ہی سے طلب کرنا چاہئے

دوسری آیت میں کفار ومشرکین کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنے اور گھل مل کر رہنے کی ممانعت اور ایسا کرنے والوں کے لئے وعید مذکور ہے اور اس کے ساتھ ہی اس مرض میں مبتلا ہونے کی اصل منشاء اور سبب کو بیان کر کے اس کا لغو اور بیہودہ ہونا بھی بتلا دیا ہے، ارشاد فرمایا اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّۃَ فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعاً، یعنی کفار مشرکین کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنے اور ان کے ساتھ ملنے کی غرض عموماً یہ ہوتی ہے کہ ان کی ظاہری عزت وقوت اور جتھے سے متاثر ہو کر یوں خیال کیا جاتا ہے کہ ان سے دوستی رکھی

****

جائے، تو ہمیں بھی ان سے عزت وقوت حاصل ہو جائے گی، حق تعالیٰ نے اس لغو خیال کی حقیقت اس طرح واضح فرمائی کہ تم ان کے ذریعہ عزت حاصل کرنا چاہتے ہو جن کے پاس خود عزت نہیں، عزت جس کے معنی ہیں قوت وغلبہ کے، وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے، اور مخلوق میں سے جس کسی کو کبھی کوئی قوت وغلبہ ملتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، تو کس قدر بے عقلی ہوگی کہ عزت حاصل کرنے کے لئے اصل عزت کے مالک اور عزت دینے والے کو تو ناراض کیا جائے، اور اس کے دشمنوں کے ذریعہ عزت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

قرآن مجید کی سورۃ منافقون میں بھی یہی مضمون ایک اضافہ کے ساتھ اس طرح آیا ہے:

وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: یعنی عزت تو صرف اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے اور مسلمانوں کے لئے، لیکن منافقین اس گُر کو نہیں جانتے۔

اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کا اضافہ کر کے یہ بھی بتلا دیا کہ اصل عزت کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہ جس کو چاہتا ہے کچھ حصہ عزت عطا فرما دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان پر ایمان لانے والے چونکہ اس کے نزدیک محبوب اور مقبول ہیں، اس لئے ان کو عزت وغلبہ دیا جاتا ہے، کفار ومشرکین کو خود ہی عزت نصیب نہیں، ان کے تعلق سے کسی دوسرے کو کیا عزت مل سکتی

****

ہے،اس لئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَنِ اعْتَزَّ بِالْعَبِيْدِ اَذَلَّهُ اللّٰهُ (جصّاص)

ترجمہ: یعنی جو شخص مخلوقات اور بندوں کے ذریعے عزت حاصل کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دیتے ہیں۔

مستدرک حاکم میں ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے ملکِ شام کے عامل (گورنر) سے فرمایا:

كُنْتُمْ اَقَلَّ النَّاسِ وَاَذَلَّ النَّاسِ فَكَثَّرَكُمْ بِالْاِسْلَامِ وَكُنْتُمْ اَذَلَّ النَّاسِ فَاَعَزَّكُمُ اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ مَهْمَا تَطْلُبُوا الْعِزَّةَ بِغَيْرِ اللّٰهِ يُذِلَّكُمُ اللّٰهُ۔

(مستدرک،ص۸۲)

یعنی (اے ابوعبیدہؓ) تم تعداد میں سب سے کم اور سب سے زیادہ کمزور تھے،تم کو محض اسلام کی وجہ سے عزت وشوکت ملی ہے،تو خوب سمجھ لو اگر تم اسلام کے سوا کسی دوسرے ذریعہ سے عزت حاصل کرنا چاہو گے تو خدا تعالیٰ تم کو ذلیل کر دے گا۔

ابوبکر جصاص نے احکام القرآن میں فرمایا کہ مراد آیت مذکورہ سے یہ ہے کہ کفار وفجار سے دوستی کر کے عزت طلب نہ کرو، ہاں مسلمانوں کے ذریعہ عزت وقوت طلب کی جائے تو اس کی ممانعت نہیں، کیونکہ سورۃ منافقون کی آیت نے اس کو واضح کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کو عزت بخشی ہے۔

(جصاص،ص۳۵۲،ج۲)

****

اسباق حدیث

حدیث کے اصلاحی مضامین

افادات: حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

تو گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر نعمت ملی تو اس پر شکر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرتا ہے۔(وان اصابته ضراء صبر، فكان خيرا له) اور اگر اس کو دکھ پہنچتا ہے،تنگ حالی سے واسطہ پڑتا ہے تو وہ صبر سے کام لیتا ہے،اس میں بھی اس کے لئے بھلائی ہے، گویا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کے لئے دونوں راستے کھلے ہوئے ہیں۔ایسا نہیں ہے کہ نعمتیں ملی تب ہی وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے، بلکہ اگر مصیبتیں اس پر آتی ہیں تو ان مصیبتوں پر صبر کر کے وہ اللہ کی رضاء اور خوشنودی حاصل کر کے اپنے لئے کامیابی کی راہ ہموار کر لیتا ہے اور اگر نعمتیں حاصل ہوتی ہیں تو ان نعمتوں پر شکر کر کے وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضاء حاصل کر کے اپنے لئے کامیابی کا راستہ ہموار کر لیتا ہے گویا اس کے لئے دونوں حالتوں میں کامیابی ہی کامیابی ہے۔مصیبت ہو تو بھی اور نعمت ہو تو بھی،خوشی ہو تو بھی اور پریشانی ہو تو بھی، کسی صورت میں اس کے لئے کوئی معاملہ مشکل نہیں، ہر حال میں وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔شریعت کی تعلیم یہی ہے کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ جس حال میں رکھے اس حال سے متعلق شریعت کا جو حکم ہے وہ بجالائے۔

ہر حالت سے متعلق ہم کو شریعت نے ایک حکم دے رکھا ہے مثلاً اگر اس کے یہاں بیٹا پیدا ہوا تو شریعت نے حکم دیا کہ بیٹے کی پیدائش پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اس کا

****

عقیقہ کرواوراس کے لئے اولاد کے متعلق جو دوسری ہدایتیں دی گئی ہیں ان کوانجام دو۔ لہذا جہاں خوشی کا موقع آیا تو شریعت نے خوشی کے اظہار کے طریقے بھی بتلا دئے۔

اوراگر کسی کے بیٹے کا انتقال ہو جائے تو اس موقع پر شریعت نے اس کے متعلق بھی ہدایت فرمادی ہے کہ صبر سے کام لو، اس کے لئے دعائے مغفرت کرو، جنازہ کی نماز پڑھو، اس کو دفن کرو، اس کے جو طریقے ہیں وہ بھی بتلا دئے۔

ہر حالت میں مؤمن کو کس طرح رہنا چاہیے، خوشی کی حالت کیسے گذارنی چاہیے، وہ بھی شریعت نے بتلا دی، غمی کی حالت کیسے گذارنی چاہیے، وہ بھی شریعت نے بتلا دی۔ شریعت کے بتلائے ہوئے طریقے پر جب ہم عمل کریں گے تو اللہ تعالی راضی رہیں گے۔ چاہے جو بھی حالت ہو۔ اسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مؤمن کے لئے ہر حالت میں خیر ہی خیر ہے۔ گویا اس کی ہر حالت اللہ تعالی کو راضی کرنے والی ہے۔

حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ایک بنئے کا قول ہے کہ مسلمانوں کے لئے تو خیر ہی خیر ہے بھلائی ہی بھلائی ہے کہ وہ مرے تو شہید اور زندہ رہے تو غازی۔ ایسا معاملہ ہے تو مسلمانوں کے لئے ہر حالت نعمت ہے، نعمت ملے تو شکر ادا کر کے اللہ تعالی کو خوش کرے گا۔ اور مصیبت آجائے تو صبر کر کے اللہ تعالی کو خوش کرے گا۔ ایسا نہیں کہ جس پر مصیبت آئی وہ یوں سوچے کہ میں اللہ تعالی کو کس طرح خوش کروں، مجھ سے اللہ تعالی کس طرح راضی ہوں گے، میرے پاس اللہ تعالی کو خوش اور راضی کرنے کا کون سا طریقہ ہے؟ ایسا نہیں! وہ بھی شریعت نے بتلا دیا۔ مؤمن کی حالت دو حال سے خالی نہیں، دونوں حالتوں کی تقسیم

****

شریعت نے بتلا دی۔ اس روایت میں صبر کا تذکرہ ہے: اس لئے لائے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی بے چینی

وعن انس رضی الله تعالی عنه قال لماثقل النبی صلی الله علیه وسلم جعل یتغشاه الکرب، فقالت فاطمة رضی الله تعالی عنه واکرب ابتاه. فقال: لیس علی ابیک کرب بعد الیوم. فلما مات قالت: یا ابتاه اجاب ربا دعاه. یا ابتاه! جنة الفردوس ماواه. یا ابتاه! الیٰ جبریل ننعاه. فلما دفن قالت فاطمة اطابت انفسکم أن تحثوا علی رسول الله التراب؟

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری سخت ہوئی یعنی جس بیماری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس مرض الوفات میں جب بیماری کا حملہ تیز اور شدید ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہونے لگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تکلیف کی شدت بڑھ گئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تکلیف کو دیکھ کر رہا نہ گیا۔ وہ کہنے لگیں: ہائے میرے ابا کی تکلیف۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ محبت تھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت تھی۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے تھے یہاں تک کہ

****

اس مرض الوفات میں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی آپ پر تکلیف کی شدت تھی اس وقت بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا آئیں تو ان کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مَرْحَباً بِأَ بُنَتِیْ) کہ میری بیٹی آؤ، خوش آمدید، تمہارا آنا مبارک ہو۔ اسی لئے ایک روایت میں آتا ہے: فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّیْ فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جو اس کو تکلیف پہنچائے وہ مجھے تکلیف پہنچائے گا۔ بہرحال! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت تھی لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیماری کی تکلیف دیکھ کر بے چین ہو کر وہ بول پڑیں: وَاکَرْبَ أَبَتَاهُ. ہائے میرے ابا کی تکلیف کہ مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ابا پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں آئے گی۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ یہ تھا کہ یہ موت کی آخری تکلیف ہے۔ بس! اس کے بعد کوئی اور تکلیف تمہارے ابا پر آنے والی نہیں ہے۔ موت پر تکلیفوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا بولنے لگیں۔ ہائے میرے ابا! انہوں نے اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہہ دیا یعنی اللہ تبارک وتعالی نے ان کو اپنے پاس بلا لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے گویا انتقال فرما گئے (یَا أَبَتَاهُ! جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ) ہائے میرے ابا! کہ جنت الفردوس ان کا ٹھکانا ہے (یَا أَبَتَاهُ! اِلٰی جِبْرِیْلَ نَنْعَاهُ) ہائے میرے ابا! ہم جبرئیل کو ان کی موت کی خبر دیتے ہیں۔

.....**جاری**.....

****

الاحادیث القدسیة

یعنی حق جلّ مجدہٗ کی باتیں

از: حضرت مولانا مفتی ثمین اشرف قاسمی صاحب حفظہ اللہ

دو خوف دو امن جمع نہیں ہوتے

یقول اللہ عز و جل: و عزتی وجلالی وارتفاعی فوق خلقی لا اجمع علی عبدی خوفین، لا اجمع لعبدی امنین، فمن خافنی فی الدنیا امنته الیوم، ومن امننی فی الدنیا اخفته الیوم.

اخرجه ابن عساکر عن انس۔

ترجمہ: حق جل مجدہ فرمائیں گے مجھ کو میری عزت کی قسم، جلالت شان کی قسم، اپنی مخلوق پر بلندی شان کی قسم، میں اپنے بندہ پر دو خوف جمع نہیں کروں گا اور نہ اپنے بندہ پر دو امن جمع کروں گا جو مجھ سے دنیا میں ڈرا، میں آج قیامت کے دن اس کو امن دوں گا اور جو میرے عذاب سے دنیا میں بے خوف رہا، اس کو قیامت کے دن خوف میں رکھوں گا، یعنی عذاب دوں گا۔

یقول اللہ تعالی: و عزتی و جلالی لا اجمع علی عبدی خوفین ولا اجمع له امنین، فاذا امننی فی الدنیا اخفته یوم القیامه، واذا خافنی فی

****

الدنیا امنته یوم القیامة.

اخرجه ابن المبارك،و الحكيم الترمذی عن الحسن مرسلا و ابن المبارك و البيهقی فی شعب الايمان، و ابن حبان عن ابی سلمة عن ابی هريرة۔

ترجمہ: حق جل مجدہ فرماتے ہیں: مجھ کو میری عزت اور جلالت شان کی قسم، میں اپنے بندہ پر دو امن اور دو خوف جمع نہیں کروں گا اگر بندہ دنیا میں میرے عذاب سے بے خوفی کی زندگی بسر کرتا ہے تو میں قیامت میں عذاب دوں گا اور اگر بندہ دنیا میں میرے عذاب سے ڈرتا ہے تو قیامت کے دن عذاب سے بچا کر امن و امان کی زندگی دوں گا۔

فائدہ: دنیا دارالعمل ہے اور آخرت دارالجزاء ہے دنیا میں اللہ جل مجدہ کے عذاب سے ڈرنا ایک عظیم ترین عمل صالح ہے جس کی جزا آخرت میں امن و امان، راحت و فرحت، خوشی و مسرت ہے اور دنیاوی زندگی میں عذاب سے بے خوف زندگی گزارنا گویا کہ خوف خدا کو بھلا دینا ہے نیز حق سے بے خوف زندگی بذات خود ایک عذاب ہی تو ہے کہ بندہ مولا کی یاد سے غافل ہے اس کی سزا یہ ہوگی کہ عذاب جو مکمل خوف و دہشت کا مقام ہے اس سے وہاں ڈرایا جائے گا گویا دنیاوی خوف دراصل ابدی امن کا پیغام ہے اور بے خوف رہنا ابدی ذلت و رسوائی ہے۔ا **لامان و الحفیظ،** قرآن حکیم میں حق جل مجدہ کا ارشاد ہے **ان اولیاء ہ الا المتقون**"**اللھم اجعلنا منھم نفضلک یا مجیب یا سمیع الدعاء.** آمین۔

****

یقول الله عز و جل: من اذهبت حبيبتيه فصبر و احتسب لم ارض له ثوابا دون الجنة.

اخرجه هناد و الترمذی و قال حسن صحيح عن ابی هريرة

ترجمہ: حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میں جس کی محبوب چیز لے لیتا ہوں اور وہ اس پر ثواب کی نیت سے صبر کرتا ہے تو میں اس کے لئے جنت کے سوا کسی اور ثواب پر راضی نہیں ہوں گا۔

تلاوت کتاب اللہ یا ذکر اللہ

یقول الرب تبارک و تعالی: من شغله قراء ة القرآن و ذكری عن مسئلتی اعطيته افضل ما اعطی السائلين، وفضل كلام الله علی سائر الكلام كفضل الله علی جميع خلقه.

اخرجه الدارمی و الترمذی و قال حسن غريب، و الحكيم و الترمذی و البيهقی فی شعب الايمان عن ابی سعيد۔

ترجمہ: حق جل مجدہٗ فرماتے ہیں: جس شخص کو قرآن پاک کی تلاوت میں مشغولیت کی بناء پر یا میرے ذکر کی مشغولیت کی بناء پر دعا و سوال کرنے کی فرصت نہ ملے تو میں ایسے بندہ کو تمام دعا مانگنے والوں سے افضل چیز عطاء کرتا ہوں اور کلام اللہ کی فضیلت دوسرے تمام کلام پر ایسی ہے جیسے کہ خود حق جل مجدہٗ کی ذات کو جو فوقیت و فضیلت تمام مخلوق پر حاصل ہے۔

****

نہ پوچھ اِن خرقہ پوشوں کی.....(قسط نمبر ۸)

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی۔رحمۃ اللہ علیہ۔

از:مولانا مفتی سید محمد اسحاق نازکی قاسمی صاحب

(۳) مرقومات امدادیہ یا مکتوبات امدادیہ

حضرت حاجی صاحبؒ اپنے متوسلین اور مُریدین سے مسلسل خط وکتابت فرماتے رہتے تھے خاص طور پر حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ، حضرت مولانا حکیم ضیاء الدین صاحبؒ، حضرت حاجی عابد حسین صاحبؒ (مہتمم اول دارالعلوم دیوبند) اور حضرت تھانویؒ۔رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ کے نام مراسلت فرماتے رہتے تھے۔مجموعی طور ایک سو چوبیس (۱۲۴) خطوط کا یہ حسین گلدستہ اردو زبان میں ہے صرف ایک مراسلہ بزبان فارسی بعنوان وحدۃ الوجود (جو سات صفحات پر مشتمل ہے) حضرت گنگوہیؒ کے نام آپ نے تحریر فرمایا ہے۔

حضرت تھانویؒ کے نام پچاس (۵۰) خطوط ہیں جو سب کے سب اردو میں ہیں ان میں آخری خط ۲۰/ربیع الاول ۱۳۱۷ھ کا تحریر کردہ ہے اس کے دو ماہ بعد حضرت حاجی صاحبؒ انتقال فرما گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۴) فیصلۂ ہفت مسئلہ

چند فروعی مسائل میں حضرتؒ کے متوسلین کے درمیان زبردست تعبیری

****

اختلافات پیدا ہوئے تھے تو حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنے ذوق اور وجدان کی بنا پر اس اختلاف وانتشار سے اپنے مریدین کو بچنے اور بچانے کے لئے بارہ صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ تحریر فرمایا ہے یہ کتاب افتاء کی زبان میں بحیثیت مفتی نہیں لکھی گئی ہے۔کیوں کہ ان مسائل کے حوالے سے فتاویٰ رشیدیہ از حضرت گنگوہیؒ اور امداد الفتاویٰ از حضرت تھانویؒ ہی مستدل ومعتمد ہیں۔یاد رہے کہ بریلوی مکتب فکر کے بڑے لوگ حضرت حاجی صاحبؒ سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں لیکن حضرت حاجی صاحبؒ نے جن حضرات اکابر دیوبند کو اپنی زبان اور اپنا دل ودماغ قرار دیا ہے اور مسائل شرعیہ میں ان کی طرف رجوع کرنے اور ان پر اعتماد کرنے کا حکم فرمایا ہے ان اکابر دیوبند کو وہ مسلمان بھی نہیں مانتے ہیں۔پھر حضرت حاجی صاحبؒ سے عقیدت کا سوال؟ بلکہ ایسے لوگ خود اپنے قلم اور اپنی زبان سے بھی کہیں ایمان سے محروم تو نہیں ہوتے ہیں۔العیاذ باللہ۔ہوش کے ناخن لیں۔

(۵) ارشاد مرشد

اردو زبان میں صرف سولہ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ ہے جس میں وظائف و اوراد واذکار کا اور اعمال صوفیہ برائے حصول تزکیہ، مراقبہ ومحاسبہ، ذکر پاس انفاس، چاروں سلسلوں کا شجرہ اور نصائح جیسے اہم عناوین پر لکھا گیا ہے۔مگر ع

اندھا کیا جانے بسنت کی بہار

اس طرح سے پانچ کتابیں اردو اور بعض فارسی میں ہیں۔

حضرت حاجی صاحبؒ کلام منثور کے ساتھ ساتھ کلام منظوم پر بھی اچھی

****

دستگاہ رکھتے تھے چناں چہ نظم میں آپ کی یہ کتابیں ہیں۔

(۶)غذائے روح

نفس وشیطان کے وساوس اوران سے بچنے کے طریقوں میں حکایات و واقعات اورقصص کی زبان میں تعلیم وتربیت کا ایک انوکھا انداز تحریر اختیار کیا گیا ہے۔ چھیاسی (۸۶) صفحات پر مشتمل یہ کتاب ہے، روح اور نفس سے بھی دلچسپ گفتگو فرمائی ہے۔

(۷)جہاد اکبر

اصلاح نفس کے حوالے سے تمثیلی اور حکایتی اسلوب میں تئیس (۲۳) صفحات پر مشتمل چھ سو اناسی (۶۷۹) اشعار کا ایک حسین گل دستہ ہے جو غالباً فارسی زبان میں تھا جس کو بعد میں حضرتؒ نے اردو زبان کا حسین جامہ پہنا دیا ہے۔

صوفیائے کرام کے یہاں یہ سلوک سے متعارف ہے۔ حدیث نبوی میں اسی مجاہدہ نفس کو جہاد اکبر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر.

(۸)گلزار معرفت

یہ حضرتؒ کا اردو وفارسی میں منظوم کلام کا مجموعہ ہے۔ عشق ووفا، ایثار وانفاق اور حمد و نعت پر مشتمل ۳۱۹ اشعار اردو کے ہیں اور ۱۹۳ اشعار فارسی زبان میں ہیں اس مجموعہ کو آپ کے مرید بااختصاص حضرت میاں نیاز احمد صاحبؒ نے جمع کر کے مرتب کیا ہے۔

.....جاری.....

****

گناہگاروں میں سب سے بہتر

محمد رحمت اللہ

آدمی بشر ہے اور بشر سے غلطیاں صادر ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن عقلمند وہ ہے جو اپنی غلطی کو سمجھے اس پر نادم ہو اور اصلاح کی کوشش کرے۔ خود سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلُّ بَنِیْ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ. رواه الترمذی وابن ماجه والدارمی

(مشکوۃ شریف باب الاستغفار)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ہر انسان خطا کار ہے اور بہترین خطا کار وہ ہے جو خوب زیادہ توبہ کرنے والے ہیں۔

اسمیں ضروری بات یہ ہے کہ آدمی اپنے گناہ کو ہلکا نہ سمجھے۔ امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے:

اِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَاَنَّهٗ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ اَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ وَاِنَّ الْفَاجِرَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلٰى اَنْفِهٖ

(بخاری کتاب الدعوات باب التوبه)

مومن اپنے گناہ کو ایسا محسوس کرتا ہے جیسا وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں وہ اس کے اوپر گر نہ جائے۔ اور بدکار اپنے گناہوں کو مکھی کی طرح سمجھتا ہے کہ وہ اس کی ناک کے پاس سے گذری۔

لہٰذا ایمان والے کیلئے لازم ہے کہ وہ اللہ پاک کے حضور میں توبہ کرے اور ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار کر کے آئندہ باز رہنے کا عزم مصمم کر لے۔ اللہ پاک

****

کی یہ کس قدر عنایت ہے کہ خود وہ بندے کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ بندہ توبہ کرے۔ حالانکہ اللہ کی شان غنی ہے وہ بے نیاز ہے اس کو کسی کے گناہ کی پرواہ نہیں۔ کیونکہ پورا عالم گناہوں میں اگر ڈوب جائے تو اللہ پاک کا کچھ نہیں بگڑتا۔ لیکن یہ اس کی رحمت اور شفقت ہے کہ وہ خود بندوں کو ترغیب دیتا ہے کہ توبہ کرو اور توبہ پر اپنے وعدے بیان کرتا ہے اپنی خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ ذرا ان چند آیات کو ملاحظہ فرماویں کس شان اور شفقت سے اللہ پاک بندوں کو توبہ کی دعوت اور مغفرت کا یقین دلاتا ہے۔

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا (سورہ نوح)

اپنے رب سے معافی طلب کرو۔ بے شک وہ زیادہ مغفرت کرنے والا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْٓءً اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (النساء آیت ۱۱۰)

جو شخص کوئی (متعدی) برائی کرے یا (صرف) اپنی جان کا ضرر کرے (یعنی غیر متعدی گناہ کرے اور) پھر اللہ تعالیٰ سے (حسب قاعدۂ شرعیہ) معافی چاہے (مثلاً حقوق العباد میں اداء، إبراء بھی ضرور ہے) تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پائیگا۔ (ترجمہ از بیان القرآن)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

سوء اور ظلم سے بڑے اور چھوٹے گناہ مراد ہیں یا سوء سے وہ گناہ مراد ہیں جس سے دوسرے کو درد پہنچے جیسے کسی پر تہمت لگائی۔ اور ظلم وہ ہے کہ اس کی خرابی اپنے ہی نفس تک رہے۔ یعنی گناہ کیسا ہی ہو اس کا علاج استغفار اور توبہ ہے۔ توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ البتہ معاف فرما دیتا ہے۔ اگر آدمیوں نے

****

جان بوجھ کر فریب سے کسی مجرم کی برأت ثابت کر دی یا غلطی سے مجرم کو بے قصور ثابت کر دیا تو اس سے اس کے جرم میں تخفیف بھی نہیں ہو سکتی البتہ توبہ سے بالکل معاف ہو سکتا ہے۔ (تفسیر عثمانی ص ۱۲۶)

وَهُوَ الَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْ عَنِ السَّيِّئَاتِ (سورۂ شوریٰ ع ۳)

اور وہ (اللہ) ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہ تمام گناہ معاف فرماتا ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰىٓ اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (سورہ زمر ع ۶)

آپ فرما دیجئے کہ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے (زیادتی کی ہے)۔ اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے وہ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورۂ مائدہ ع ۱۰)

کیا توبہ نہیں کرتے اللہ کے دربار میں اور اس سے معافی طلب نہیں کرتے؟ اور اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ

کیا وہ نہیں جانتے؟ کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات قبول کرتا ہے

****

التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

(سورۂ توبہ ع۱۳)

اور اللہ (تبارک و تعالیٰ) توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی

(طه آیت ۸۲)

اور میں ایسے لوگوں کیلئے بڑا بخشنے والا ہوں جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آویں اور نیک عمل کریں پھر راہ پر قائم رہیں۔ (ترجمہ از بیان القرآن)

حضرت علامہ عثمانیؒ تشریح میں لکھتے ہیں:

یعنی کتنا ہی بڑا مجرم ہوا گر سچے دل سے تائب ہوکر ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کرلے اور اسی پر موت تک مستقیم رہے تو اللہ کے یہاں بخشش اور رحمت کی کمی نہیں۔ (تفسیر عثمانی ص۲۴۳)

اس باب میں آیات اور بھی بہت ہیں لیکن یہاں نمونہ کے طور پر چند ایک ذکر کی گئیں۔ اب احادیث کو بھی ملاحظہ فرمالیں:

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ يَدَهٗ بِاللَّيْلِ لِيَتُوْبَ مُسِیُ النَّهَارِ وَيَبْسُطُ يَدَهٗ بِالنَّهَارِ لِيَتُوْبَ مُسِیُ اللَّيْلِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا. رواه مسلم.

(مشکوۃ شریف ص۲۰۳)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گناہ کرنے والا توبہ کرے اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کا گناہ کرنے والا توبہ کرے (یہ معاملہ ایسے ہی چلتا رہیگا) مغرب کی طرف سے سورج نکلنے تک۔

****

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ .متفق عليه

(مشکوۃ شریف ص ۲۰۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ گناہ کا اعتراف کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرتا ہے۔

کس قدر فضل و کرم اور احسان کا معاملہ ہے کہ توبہ سے نہ صرف یہ کہ آدمی کا گناہ معاف ہوتا ہے بلکہ وہ ایسا پاک وصاف ہوجاتا ہے کہ جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔ یعنی گناہ کا دھبہ اس سے دھل جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لاَ ذَنْبَ لَهٗ .رواه ابن ماجه والبيهقى فى شعب الايمان

(مشکوۃ شریف ص ۲۰۶)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ وہ شخص جس کے کوئی گناہ نہیں۔

☆☆☆☆☆

****

یومِ عاشورہ، محرم کی فضیلت

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب روزوں سے افضل رمضان کے بعد اللہ تعالی کا مہینہ محرم ہے (یعنی اس کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا رمضان کے سوا اور سب مہینوں کے روزہ سے زیادہ ثواب رکھتا ہے) مسلم۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو یہود کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا ''یہ کیا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو، انہوں نے کہا، یہ بڑا دن ہے اس میں اللہ تعالی نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات عطا فرمائی اور فرعون اور اس کی قوم غرق ہوئی۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اس کا روزہ بطور شکر کے رکھا تو ہم بھی اس کا روزہ رکھتے ہیں۔ پس ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہم زیادہ حق دار اور قریب ہیں موسیٰ علیہ السلام کے تم سے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا روزہ رکھا اور (دوسروں کو) اس کے روزہ کا حکم دیا۔ (متفق علیہ)۔

نیز ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، میں امید رکھتا ہوں حق تعالی سے کہ عاشورا کا روزہ کفارہ ہو جاتا ہے اس سال کا (یعنی اس سال کے چھوٹے گناہوں کا) جو اس سے پیشتر (گزر چکا ہے) (مسلم)

اور حدیث شریف میں ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا اور اس کے روزہ کا حکم دیا تو انہوں نے (یعنی صحابہ رضی اللہ تعالی عنھم) عرض کیا

****

کہ یہ ایسا دن ہے جس کو یہود اور نصاریٰ معظم سمجھتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو نو (۹) تاریخ کو (بھی) ضرور روزہ رکھوں گا۔ (مسلم)

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھو تم عاشورہ کا اور مخالفت کرو یہود کی اور (وہ اس طرح کہ) روزہ رکھو اس سے ایک دن پہلے کا یا ایک دن بعد کا (غرض تنہا عاشورہ کا روزہ نہ رکھو، اس سے ایک دن پہلے کا یا بعد کا ملا لینا چاہیے)۔

جمع الفوائد عن احمد البزاز بلین والیه ذهب الفقهاء فکر هوا انفراد عاشوراء بالصوم۔

حدیث شریف میں ہے کہ عاشورہ کا روزہ رمضان (کے روزے فرض ہونے) سے پیشتر (بطور فرضیت) رکھا جاتا تھا۔ پس جب رمضان (کے روزوں کا حکم) نازل ہوا تو جس نے چاہا (عاشورہ کا روزہ) رکھا اور جس نے چاہا نہ رکھا۔

جمع الفوائد عن الستة الاالنسائی۔

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے فراخی کی اپنے اہل وعیال پر خرچ میں عاشورہ کے دن فراخی کرے گا، اللہ تعالی ان پر (رزق میں) تمام سال۔ رزین و بیهقی و فی المرقاة قال العراقی له طرق بعضها صحیح و بعضها علی شرط مسلم۔

پس یہ دو باتیں تو کرنے کی ہیں ایک روزہ رکھنا کہ وہ مستحب ہے دوسرے مصارف میں کچھ فراخی کرنا (اپنی حیثیت کے موافق) اور یہ مباح ہے۔

(ماخوذ از ''بارہ مہینوں کے فضائل واحکام'')

****

مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کی زیارت

محمد رحمت اللہ

اس سال افریقہ کے سفر سے واپسی پر ائیر پورٹ میں مخدوم گرامی حضرت مولانا محمد ابراھیم صاحب پانڈور نے فرمایا ''ارادہ کر رہا ہوں کہ تعطیلات میں مسجد اقصیٰ کی زیارت کرنے کے لئے وہاں کے سفر کا نظام بنایا جائے۔ آپ کا کیا ارادہ ہے؟'' میں نے عرض کیا: یہ تو ہمارے لئے عین سعادت کی بات ہے کہ وہاں کی زیارت نصیب ہو جائے وہ مسلمانوں کا قبلۂ اول ہے۔ اس کے بعد بات کرنے کا موقعہ نہیں ملا اور افریقہ سے واپسی کے سلسلہ میں جوہانسبرگ ائیر پورٹ میں جہاز کی طرف روانگی ہوئی۔ یوں بات آئی گئی ہوگئی۔

تعارف مسجد اقصیٰ

قبلۂ اول کو مسجد اقصیٰ کے نام سے جانا جاتا ہے اور اس کا تذکرہ قرآن کریم نے حضرت سید المرسلین تاجدار انبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر اسراء معراج کے سلسلے میں سورہ بنی اسرائیل میں یوں فرمایا ہے: سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَی. (ترجمہ: پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک) اور اس کی تعریف میں ارشاد فرمایا: الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ (جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے) جس سے

****

معلوم ہوتا ہے کہ یہ اور اس کا اڑوس پڑوس یعنی اردگرد مقام برکات ہے۔

دنیا میں قائم ہونے والے سب سے پہلے گھر بیت اللہ شریف یا خانۂ کعبہ کے اردگرد واقع مسجد شریف کو مسجد الحرام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ مبارک گھر مکہ مکرمہ میں واقع ہے جو عرب کا حصہ ہے۔ جبکہ مسجد اقصیٰ جس مقام میں واقع ہے اس کو بیت المقدس سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ علاقہ قدیم زمانے سے شام کہلاتا ہے۔ اس وقت کا شام کا علاقہ آج کی سیاسی تقسیم در تقسیم دنیا میں چار ملکوں میں پھیلا ہوا ہے (۱) اردن (۲) فلسطین (۳) سیریا (۴) لبنان۔ اس علاقہ کو انبیاء کی سر زمین بھی کہا جاتا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ میں حول سے مراد پوری زمین شام ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی نے عرش سے دریائے فرات تک مبارک زمین بنائی ہے اور اس میں سے فلسطین کی زمین کو خاص تقدس عطا فرمایا ہے۔ (معارف القرآن بحوالہ روح المعانی)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں ''اس کی برکات دینی بھی ہیں اور دنیاوی بھی۔ دینی برکات تو یہ ہیں کہ وہ تمام انبیاء سابقین کا قبلہ اور تمام انبیاء کا مسکن اور مدفن ہے اور دنیاوی برکات اس کی زمین کا سرسبز ہونا اور اس میں عمدہ چشمے، نہریں باغات وغیرہ کا ہونا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

****

فرمایا کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے ملک شام تو تمام شہروں میں سے میرا منتخب خطہ ہے اور میں تیری طرف اپنے منتخب بندوں کو پہونچاؤں گا۔(قرطبی)

اور مسند احمد میں حدیث ہے کہ دجال ساری زمین میں پھریگا مگر چار مسجدوں تک اس کی رسائی نہ ہوگی مسجد مدینہ، مسجد مکہ مکرمہ، مسجد اقصیٰ، مسجد طور۔

مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ

مسجد حرام اس مسجد کا نام ہے جو بیت اللہ کے گرد بنی ہوئی ہے اور بعض اوقات پورے حرم کو بھی مسجد حرام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اس دوسرے معنی کے اعتبار سے دو روایتوں کا یہ تعارض بھی رفع ہو جاتا ہے کہ بعض روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسراء کے لئے تشریف لے جانا حضرت ام ہانی کے مکان سے منقول ہے اور بعض میں حطیم بیت اللہ سے، اگر مسجد حرام کے عام معنی لئے جائیں تو یہ کچھ مستبعد نہیں کہ پہلے آپ اُم ہانیؓ کے مکان میں ہوں وہاں سے چل کر حطیم کعبہ میں تشریف لائے پھر وہاں سے سفر اسراء کی ابتداء ہوئی واللہ اعلم۔

امام تفسیر مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے بیت اللہ کی جگہ کو پوری زمین سے دو ہزار سال پہلے بنایا ہے اور اس کی بنیادیں ساتویں زمین کے اندر تک پہنچی ہوئی ہیں اور مسجد اقصیٰ کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا ہے (رواہ النسائی باسناد صحیح عن عبداللہ بن عمرؓ) (تفسیر قرطبی ص ۱۳۷ ج ۴)

****

حدیث پاک میں بھی مسجد اقصیٰ کا تذکرہ نہایت عالیشان انداز میں آیا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ دنیا کی سب سے پہلی مسجد کون سی ہے تو آپ نے فرمایا کہ ''مسجد حرام'' پھر میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سی تو آپ نے فرمایا ''مسجد اقصیٰ'' میں نے دریافت کیا کہ ان دونوں کے درمیان کتنی مدت کا فاصلہ ہے تو آپ نے فرمایا چالیس سال پھر فرمایا کہ (مسجدوں کی ترتیب تو یہ ہے) لیکن اللہ تعالی نے ہمارے لئے ساری زمین کو مسجد بنا دیا ہے جس جگہ نماز کا وقت آجائے وہیں نماز ادا کرلیا کرو۔رواہ مسلم۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین نے اس کی طرف رُخ کر کے سولہ سترہ مہینے نماز پڑھی اس لئے یہ قبلۂ اول کہلاتی ہے۔

عن البراء بن عازب رضی الله تعالی عنهما قال كان رسول الله صلی الله علیه وسلم صلی نحو بیت المقدس ستة عشر او سبعة عشر شهرا وكان رسول الله صلی الله علیه وسلم یحب ان یوجه الی الكعبة نزل الله قد نری تقلب وجهک فی السماء فتوجه نحو الكعبة وقال السفهاء من الناس وهم الیهود ما ولّا هم عن قبلتهم التی كانوا علیها قل لله المشرق والمغرب یهدی من یشاء الی صراط مستقیم فصلی مع النبی صلی الله علیه وسلم رجل ثم خرج

****

بعد ما صلی فمر علی قوم من الانصار فی صلاۃ العصر نحو بیت المقدس فقال ھو یشھد انہ توجہ نحو الکعبۃ فتحرف القوم حتی توجھوا نحو الکعبۃ(بخاری شریف)

براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف سولہ مہینے یا سترہ مہینے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ کعبہ کی طرف منہ کیا جائے، تو اللہ عزوجل نے حکم نازل فرمایا قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَآءِ (ترجمہ: بیشک ہم دیکھتے ہیں بار بار اُٹھنا تیرے منہ کا آسمان کی طرف) پس آپ قبلۂ جدید کی طرف پھر گئے، بعض لوگوں نے جو کہ یہود تھے، کہا کہ مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے جس پر وہ اب تک تھے، کس نے پھیر دیا؟ تب اللہ تعالی نے فرمایا کہ کہہ دو مشرق ومغرب اللہ ہی کا ہے وہ جسے چاہتا ہے راہ راست کی طرف ہدایت دیتا ہے، پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک شخص نے نماز پڑھی اور نماز پڑھنے کے بعد وہ چلا اور انصار کے کچھ لوگوں پر عصر کی نماز میں گذرا، وہ بیت المقدس کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھ رہے تھے، تو اس نے (اپنی نسبت) کہا کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی ہے اور آپ نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا ہے، تب سب لوگ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

اس عظیم الشان جگہ پر حضرت رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء

****

کرام علیھم الصلاۃ والسلام کی امامت کا فریضہ انجام دیا۔ چنانچہ معراج کے تذکرہ میں احادیث مبارکہ میں جو تفصیل وارد ہوئی ہے اسمیں واضح طور پر درج ہے کہ سب انبیاء علیھم السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی۔ بخاری شریف میں حضرت مالک بن صعصعہ کی روایت میں الفاظ ہیں:

''کچھ دیر نہ گذری کہ بہت سے حضرات مسجد اقصیٰ میں جمع ہو گئے پھر ایک موذن نے اذان دی اور پھر اقامت کہی۔ ہم صف باندھ کر کھڑے ہو گئے اسی انتظار میں تھے کہ کون امامت کرے۔ جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا میں نے سب کو نماز پڑھائی جب میں نماز سے فارغ ہو گیا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کن لوگوں کو نماز پڑھائی میں نے کہا مجھ کو معلوم نہیں۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا کہ جتنے نبی مبعوث ہوئے سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔''

پھر اسی جگہ سے اللہ پاک نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں کا سفر شروع کرایا۔

قال ابو ھریرۃؓ اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بایلیاء بقد حین من خمرو لبن فنظر الیھما فاخذ اللبن قال جبریل الحمد للہ الذی ھداک للفطرۃ لواخذت الخمر غوت امتک (بخاری شریف)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس معراج

****

کی رات مقام ایلیا، میں دو پیالے شراب اور دودھ کے لائے گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو دیکھا اور دودھ کا اختیار کیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: **الحمد لله الذی هداک للفطرة** (تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے آپ کی فطرت (کو اختیار کرنے) کی رہنمائی فرمائی اگر آپ شراب کو لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔)

اس مسجد شریف کی طرف سفر کرنے کی فضیلت حدیث پاک میں اس طرح بیان کی گئی جس طرح سے بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی علی صاحبھا الصلوۃ والسلام کی طرف سفر کرنے کی بیان کی گئی۔

عن ابی هریرةؓ یبلغ به النبی صلی الله علیه وسلم قال لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد مسجدی هذا و مسجد الحرام و مسجد الاقصیٰ (مسلم شریف)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور کے لئے سفر نہ کیا جائے۔ (۱) میری مسجد یعنی مسجد نبوی (۲) مسجد حرام (۳) مسجد اقصیٰ۔

اسی طرح سے دیگر دو مساجد یعنی مسجد حرام اور مسجد نبوی کے علاوہ مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرنے کی فضیلت بھی بہت ہی زیادہ بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

عن انس بن مالک قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوة الرجل

****

فی بیته بصلوة وصلوته فی مسجد القبائل بخمس و عشرین صلوة و صلوته فی المسجد الذی یجمع فیه بخمس مأة صلوة وصلاته فی المسجد الاقصیٰ بخمس الف صلوة و صلوته فی مسجدی بخمسین الف صلوة و صلوته فی المسجد الحرام بمائة الف صلوة (ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی نماز اپنے گھر میں ایک نماز کے برابر ہے محلّہ کی مسجد میں پچیس نمازوں کے برابر ہے اور جامع مسجد میں پانچ سو نمازوں کے برابر ہے مسجد اقصیٰ میں پانچ ہزار نمازوں کے برابر ہے مسجد نبوی میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

سفر کی تیاری

اسی طرح کی متعدد روایات کی بنا پر بھی اور جو تعلق فطری طور پر ایک ایمان والے کا المسجد الاقصیٰ اور بیت المقدس کے ساتھ ہے اس کی وجہ سے دل میں یہ شوق رہتا ہے کہ کبھی اس بابرکت سرزمین کی زیارت اور اس عظیم مسجد شریف میں حاضری نصیب ہو جائے۔ لیکن موجودہ دور کے حالات میں چونکہ یہ مسجد شریف اور سرزمین اس حال میں سیاسی طور پر دائیں بائیں سے گھری ہوئی ہے کہ عام حالات میں وہاں جانے کا تصور بھی ناممکن تو نہیں مشکل ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے وہاں کے دیدار کے

****

شوق کے باوجود اس کا ارادہ کم ہی کیا جاتا ہے۔لیکن جب رفیق گرامی حضرت مولانا محمود حسن قاسمی راجستھانی کا فون موصول ہوا کہ مارچ کا آخری ہفتہ مسجد اقصیٰ کے سفر کے لئے خالی رکھنا کوئی اور پروگرام نہ رکھنا کیونکہ حضرت مولانا محمد ابراھیم صاحب پانڈور نے اس موقعہ پر وہاں حاضری کا نظام طے کیا ہے اور آپ کو بھی ساتھ رہنا ہے تو نہایت خوشی حاصل ہوئی۔اس خبر پر اللہ کا شکر ادا کیا اور حضرت مولانا سے عرض کر دیا کہ ضرور حضرت مولانا کی معیت میں اس مسجد شریف میں حاضری اور اس مقدس سر زمین کے دیدار کی سعادت حاصل کروں گا۔ مجوزہ تاریخوں کے سفر کی مناسبت سے مدرسہ کے ضروری امور کے انتظام و انصرام اور سفری دستاویزات کی تیاری کی کوشش میں مشغولی ہوئی۔اللہ تبارک وتعالی کے فضل و کرم سے بہت جلد ان مراحل سے فراغت پائی۔

روانگی

حسب پروگرام مورخہ 26مارچ 2018ء مطابق ۸/رجب المرجب ۱۴۳۹ھ کی شام کو سرینگر سے بمبئی کے لئے روانگی ہوئی۔اسی رات کو بمبئی سے قاہرہ مصر کے لئے روانگی طے تھی۔حضرت مولانا ابراھیم صاحب چونکہ افریقہ سے تشریف لا رہے تھے اور ان کا ٹکٹ مصری ائیر لائن Egypt Airline سے تھا اسی لئے ہمارے ٹکٹ بھی اسی ائیر لائن سے بنائے گئے تھے۔سفر کی ترتیب یہ تھی کہ اُدھر سے افریقی حضرات قاہرہ

****

پہنچیں گے! ادھر سے ہم لوگ بمبئی سے قاہرہ پہنچیں گے۔آگے کے لئے دونوں طرف کے حضرات اکھٹے پھر اسی ائیر لائن سے اردن کے لئے روانہ ہوں گے۔

قاہرہ ائیر پورٹ پر

اللہ پاک کے فضل وکرم سے پروگرام کے مطابق دونوں طرف کے جہاز اپنے اپنے وقت پر قاہرہ ائیر پورٹ پر پہنچے۔ افریقہ سے تشریف لانے والے حضرات میں حضرت مولانا محمد ابرھیم صاحب پانڈور کے علاوہ حضرت مولانا مفتی محمد سلیمان پانڈور خلیفۂ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ، مولانا حکیم محمد جلیل صاحب خادم حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ اور بھائی عدنان میرٹھی بھی شامل تھے جبکہ بمبئی سے آنے والے حضرات میں حضرت مولانا محمود حسن قاسمی، ہارون بھائی احمد آباد، حاجی صادق صاحب بنگلور، حاجی حسن موسی بنگلور اور حاجی ناصر دادا سورتی وغیرہ کے علاوہ یہ راقم الحروف بھی تھا۔سارے قافلہ کے راہبر اور پروگرام کے منتظم جناب مولانا محمد موسیٰ مولغاء افریقی تھے جن کے بارے میں بتایا گیا کہ موصوف اس علاقے کے اسفار کے ماہر بھی ہیں اور اچھے منتظم بھی اور موصوف کے حضرت مولانا محمد ابرھیم صاحب دامت برکاتہم سے قریبی تعلق اور محبت ہونے کی بنا پر اس سفر کی ترتیب اور نظام بنانے میں ان کی توجہ دلانے کی محنت اور ترغیب کا کافی حصہ ہے۔

****

قاہرہ ائیر پورٹ پر دونوں جانب کے ان قافلوں کے افراد جن میں مرد، خواتین اور بچے بھی شامل تھے کی تعداد چالیس سے زائد تھی طے شدہ نظام کے مطابق اردن کے لئے مصر للطیران Egypt Airline کے جہاز پر سوار ہوئے۔ وقت بہت محدود تھا۔ صبح سویرا ہونے کی بنا پر موسم میں خنکی تھی اور ہلکی ہلکی مزیدار ٹھنڈک محسوس ہو رہی تھی جبکہ بمبئی سے جہاز میں سوار ہوتے وقت شدید گرمی کی بنا پر سویٹر اور بنیان وغیرہ بدن سے اتار دئے گئے تھے۔ یہاں محسوس ہو رہا تھا کہ کچھ گرمی کا سامان ساتھ ہونا چاہیے تھا مگر اب اس کا کوئی علاج نہیں تھا کیونکہ سارا سامان بمبئی سے ہی عمان (اردن) کے لئے براہ رست بُک کیا جا چکا تھا۔ اب اس کی برآمدگی کی کوئی صورت باقی نہ تھی یہ سامان عمان پہنچنے کے بعد ہی ملنے والا تھا اور دوسرا اہم معاملہ یہ درپیش تھا کہ دونوں جہازوں کے وقت میں زیادہ گنجائش نہیں تھی اس لئے ہوائی اڈہ پر موجود عملہ ہر مرحلہ پر جلدی کرنے کی تاکید کر رہا تھا تاکہ جہاز میں بروقت سوار ہو سکیں۔

دو بین الاقوامی پروازوں کے درمیان آج کل کے بھیڑ بھاڑ اور لمبے چوڑے فاصلہ والے ہوائی اڈوں کی بنا پر کافی وقت کی گنجائش رکھنی لازمی ہوتی ہے۔ کم وقت ہونے کی بنا پر جہاز کے چھوٹنے یا سامان کے لادے جانے سے رہ جانے کی بنا پر دشواریوں کا سامنا کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔ اس لئے سبھی حضرات صرف اسی ایک امر کی جانب متوجہ تھے کہ جلدی سے دوسرے جہاز پر سوار ہو سکیں تاکہ اگلا سفر

****

آرام سے شروع ہو سکے۔

قاہرہ سے عمان

الحاصل سبھی حضرات قاہرہ سے عمان (اردن کی راجدھانی) کے لئے جہاز میں سوار ہوئے۔ باہر خشک موسم، ریتلا میدان، پختہ عمارتیں اور ریتلے ٹیلے الگ ہی منظر پیش کر رہے تھے۔ ائیر پورٹ باہر سے بہت پرانا نظر آ رہا تھا۔ ہمارے ذہن میں یہ بات آئی۔ ملک مصر کا تذکرہ قرآن کریم نے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے تذکرہ کے ضمن میں کیا ہے اور موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی پہلے ہی ہیں۔ اس قدر قدیم زمانے کا یہ ملک اور اس قدر قدیم تہذیب و تمدن ہے۔ فرعون کا دعویٰ **قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَ ھٰذِہِ الْاَنْھٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ** (سورہ الزخرف آیت ۵۱) اور موسیٰ علیہ السلام کا ساحروں کے ساتھ مقابلہ، قبطی کا موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ایک مکا کھا کر لقمۂ اجل ہو جانا اور جانے کیا کیا چیزیں ذہن میں گھومتی رہیں۔ یہ خیال بھی آیا کہ پروگرام میں یہاں کے لئے بھی چند دن رکھے گئے ہوتے تو شاید یہ سفر اور اہم بن جاتا مگر یہ تو محض رہ گذر تھی وہ بھی محض اس وجہ سے کہ جہاز اسی ملک کا تھا جس سے ٹکٹ بنایا گیا تھا۔ اور بین الاقوامی معمول یہی ہے کہ کسی بھی دوسرے ملک سے آ کر جہاز پہلے اپنے ملک میں آتا ہے پھر دوسرے ملک کے لئے اڑان ہوتی ہے چاہے وہی جہاز جائے یا دوسرا

****

تبدیل کرنا پڑے اس ضرورت کی بنا پر قاہرہ درمیان میں آیا تھا۔تاہم واپسی کے موقعہ پر اس بات کا تذکرہ حضرت مولانا سے کر دیا۔ **ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا**. اردن آنے اور جانے دونوں موقعوں پر چونکہ مصر سے ہو کر سفر تھا اس لئے دور دور کے پہاڑوں پر برف دیکھ کر کشمیر کی برف یاد آ گئی۔اور اس حسین منظر کا لطف بھی لیا۔لیکن ایک فرق ظاہر اور واضح تھا وہ یہ کہ کشمیر کے پہاڑوں پر درخت ہریالی اور پتھر بھی نظر آتے ہیں جبکہ یہاں لداخ کی طرح ننگے پہاڑ اور شاید ریتلے ہونے کی بنا پر زرد زرد رنگ اور سفید برف ہی نظر آئی تاہم برف اتنی گہری اور مسلسل نہیں تھی جیسی کشمیر میں سلسلہ کوہ ہمالیہ اور پیر پنچال میں برف سفید چادر اڑھا دیتی ہے۔برف یہاں ہلکی ہلکی تھی ہوسکتا ہے کہ اس موسم میں ہلکی ہی برف باری رہتی ہو یا پگھل چکی ہو۔کیونکہ کوئی ایسا رہبر یا رفیق سفر نہیں تھا جو اس سلسلے میں معلومات دے سکتا۔اس لئے کوئی تفصیل بیان نہیں کی جاسکتی۔بمبئی سے قاہرہ تک کا سفر کافی طویل تھا تقریباً چار سے زائد گھنٹے کا۔لیکن قاہرہ سے اردن کا سفر بہت ہی مختصر تھا۔

عمان (اردن میں)

ایک گھنٹہ کے اندر ہم لوگ عمان ہوائی اڈہ پر اترے۔نہایت صاف شفاف، اچھے انتظام کا حامل، عربی تہذیب وتمدن کا اثر موجود، ہر قسم کے لوگوں کی آمد ورفت ان سب صفات پر مشتمل اس ائیر پورٹ میں ہمیں اب ویزا حاصل کرنا

****

تھا۔رہبر سفر مولانا موسیٰ مولغاء کے متعین کردہ مقامی رہبر امیگریشن تک آ چکے تھے۔ امیگریشن کا فارم بھر جانے کا حکم صادر ہوا۔کوئی روایتی دوڑ بھاگ اور جلد بازی نہیں بلکہ نہایت متانت وسنجیدگی کے ساتھ ہر فرد نظر آ رہا تھا۔اتنے بڑے قافلے نے بڑے اطمینان سے ضروریات سے فراغت بھی حاصل کی۔لائن میں کھڑے ہو کر باری باری امیگریشن کے ذمہ داروں سے متعینہ ڈالروں کی ادائیگی کر کے ویزا (جس کو آج کی اصطلاح میں ویزا آن اریول یعنی پہنچنے کے موقع پر ویزا حاصل کرنا'') کی کاروائی مکمل کی۔افریقی پاسپورٹ کے حامل حضرات کو یہاں کے ویزا کی ضرورت ہی نہیں وہ بغیر ویزا کے ہی اردن میں داخل ہو گئے۔اسطرح سے نہایت اطمینان وسکون کے ساتھ اس ہاشمی سلطنت میں یہ قافلہ داخل ہوا تاہم مقدر میں جو لکھا ہو وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ہوا یہ کہ قاہرہ میں جہازوں کے درمیان وقفہ کم ہونے کی بنا پر بمبئی سے آنے والے سبھی حضرات کا سامان یہاں عمان آنے سے رہ گیا تھا جبکہ جوہانسبرگ والے حضرات کا سامان آ چکا تھا۔اب کیا کریں۔سیاحتی قافلوں کا نظام آج کے دور میں اوقات کو تقسیم کئے ہوئے ہوتا ہے۔

سامان کے نہ آنے کی بنا پر رفقائے سفر پریشان ہو گئے جس کی وجہ یہ تھی کہ مصر للطیران کی نئی فلائٹ قاہرہ سے اس روز تھی ہی نہیں بلکہ اگلے روز تھی۔اگلے روز تک سامان کا انتظار کریں تو آگے کا سفر کیسے ہو؟ جبکہ آگے ہوٹل کی بکنگ بھی کر چکے تھے۔گاڑی بھی بک کی ہوئی تھی۔گائیڈ بھی انتظار میں تھے۔اس سے بڑھکر مسئلہ یہ

****

ہے کہ اس ملک سے نکل کر دوسرے ملک میں آج ہی جانا ہے۔ رات کے قیام کے لئے دوسرے ملک میں ہوٹل بُک کیا ہوا ہے۔ سرحد کی دوسری طرف دوسرا ٹرانسپورٹ دوسرا گائیڈ وہ انتظار کر رہا ہوگا۔ ملکوں میں داخلہ اور خارجہ کے اپنے اپنے امیگریشن کے قوانین ہیں ایسا کوئی امکان نہیں کہ وہاں سے پھر کسی آدمی کو بھیجا جا سکے۔ پھر ملک بھی ایسے جن میں آپس میں تعلقات ٹھیک نہیں۔ کیونکہ اردن کی راجدھانی عمان میں ہم لوگ اس وقت موجود ہیں اس میں مسلمانوں کی حکومت ہے یہ لوگ ہاشمی خاندان جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان قبیلہ بنو ہاشم کہلاتا ہے اسی سے تعلق رکھتے ہیں اور نسبتہً یہ حکومت موجودہ دور میں بہتر سمجھی جاتی ہے جبکہ یہاں سے آگے فلسطین کی سلطنت میں داخل ہونا ہے۔ مگر درمیان میں اسرائیلی حصہ ہے (اس کو پار کرنا ہے)۔ اردن میں صرف اصحاب کہف کے غار کی زیارت کا نظام ہے کچھ دیر سامان کو جہاز سے اتارے گئے سامان کے کاونٹروں، پھر گمشدہ سامان کے کمروں اور کاونٹروں پر تلاش کیا گیا جب ان جگہوں پر پر نہیں ملا اور ائیر پورٹ کے ذمہ داران نے کہا کہ وہ کل آ سکتا ہے اب حال یہ ہے کہ پہننے کے کپڑے، کھانے کی اشیاء، ہاتھ منہ دھونے کی ضروریات سب کچھ سامان میں ہے، گویا اب قافلہ کے ان حضرات کے پاس جن کا سامان رہ گیا ہے پہنے ہوئے کپڑوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ عجیب وغریب کیفیت پیدا ہوگئی، کیونکہ سفر کا اصل حصہ اور مقصود وہی تھا جہاں آج حاضری دینی تھی کہ فلسطین جا کر مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کی حاضری ہو، پھر

****

چار دن بعد وہاں سے واپسی تھی۔ مطلب یہ تھا کہ اگر ائیر لائن سامان کل لے بھی آئی تب بھی دوسرے ملک میں چلے جانے کی بنا پر مسافر اس کو حاصل نہیں کر سکتے۔ بلکہ جب وہ چار دن بعد واپس آئیں گے تبھی اس سامان کو واپس لے سکیں گے۔ بعض حضرات نے مشورہ دیا کہ کسی آدمی کو یہاں چھوڑ دیا جائے اس کو وکیل بنا دیں وہ سارا سامان لے کر اگلے دن آئے۔ اس پر اس وجہ سے عمل مشکل تھا کہ جن حدود سے گذرنا تھا وہ اس قدر دشوار گذار ہیں کہ کوئی یقینی بات نہیں کہی جا سکتی کہ سرحد پر اکیلے شخص کو جانے بھی دیا جائے یا نہیں۔ پھر متفرق حضرات کا سامان، وہاں پر تشویش اور پریشانی بھی پیدا ہو سکتی ہے کیونکہ امیگریشن اور کسٹم میں جہاں ایک طرف سے اردنی مسلمانوں سے واسطہ پڑے گا وہیں دوسری طرف اسرائیلیوں سے۔ جن کے بارے میں کچھ اطمینان نہیں۔ کہا گیا کہ وہ کبھی جوان کو دیکھ کر روک لیتے ہیں، کبھی بوڑھے کو دیکھ کر روک لیتے ہیں معمولی بہانوں سے پریشان اور تنگ کرتے ہیں۔ آخر کار طے یہ پایا کہ امیر قافلہ کی صوابدید پر ان کے حکم کے مطابق عمل کیا جائے ان کو جو انشراح ہو جائے اسی میں خیر ہوگی۔ حضرت مولانا کی خدمت میں پہنچے صورتحال بیان کی گئی حضرت نے فرمایا: سامان کو ائیر لائنز کے ذمہ داران کے ذمہ کر کے صورتحال بتا کر ان سے اندراجات کر دیں اور واپسی پر یعنی چار دن بعد وصولی کی بات کر لی جائے۔ سفر جاری رہے۔ ایک دوسرے کے لئے چیزوں میں ایثار اور بھائی چارے سے یہ دن گذارنے کی کوشش کر لی جائے اس طرح سے اپنے

****

اسلاف کی ایک سنت کا نمونہ پورا کرنے کا غیر اختیاری موقعہ نصیب ہوا۔

اردن میں اصحاب کہف کے غار کی زیارت

ضابطہ کی خانہ پُری کرنے کے بعد قافلہ دو بسوں میں روانہ ہوا۔ رہبر قافلہ مولانا موسیٰ صاحب ایک بس میں اور ہماری بس میں مقامی عرب رہبر نے تعارف شروع کر دیا۔ سرسبز و شاداب شہر، حسین و خوبصورت عمارات، اطمینان و سکون والی کیفیت اور نہایت متانت و سنجیدگی کے حامل عرب رہبر اور ڈرائیور نے خوش اخلاقی کے ساتھ محبت بھرے لہجے میں اپنا تعارف کرایا۔ ائیر پورٹ سے نکلتے ہی اس شاہراہ کا تعارف کرایا جو ایک طرف سے سعودی عرب کے تبوک کی طرف جا رہی تھی اور دوسری طرف فلسطین اور بحر میت کی طرف۔ مملکت ہاشمی کی تعریف و توصیف اور اپنے ملک کی ترقیات کا ذکر کرتے ہوئے انگریزی میں اس نے کچھ اس انداز سے گفتگو سے لوگوں کو محو کیا کہ پتہ ہی نہیں چلا کہ کتنا وقت گذر گیا یہاں تک کہ اس نے اعلان کیا کہ ہم اصحاب کہف کے غار اور ان کی مسجد کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ آپ گاڑی سے اترنے کی تیاری کریں۔ وقت کی پابندی کے ساتھ زیارت وغیرہ سے فارغ ہو کر واپس آئیں کیونکہ پھر ہمیں بارڈر کی طرف جانا ہے۔ تاخیر کی گنجائش نہیں ہے۔ اصحاب کہف، ان کے غار کی تعیین، اس کی تفصیل اور تذکرہ کو میں یہاں ذکر نہیں کرتا اس لئے کہ وقت کے بڑے بڑے حضرات علماء مثلاً حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم، حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب وغیرہ حضرات نے اس کو

****

تفصیل سے لکھا ہے۔ شوق رکھنے والے حضرات وہاں سے مطالعہ فرما سکتے ہیں صرف ایک مختصر حصہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم کا یہاں خلاصہ کے بطور نقل کیا جاتا ہے وہ بذیل ہے:

اس مسئلے میں علماء اور محققین کی آراء بہت مختلف رہی ہیں کہ اصحاب کہف کا وہ غار جس میں وہ تین سو سال سے زیادہ سوتے رہے۔ کس جگہ واقع ہے بعض حضرات نے اس کی جگہ ترکی کے شہر افسس میں بتائی ہے۔ بعض نے اندلس کے ایک غار کو اصحابِ کہف کا غار قرار دیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ اردن میں واقع ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ شام میں ہے اور بعض کا خیال ہے کہ وہ یمن میں ہے، لیکن اردن کے ایک محقق محمد تیسیر ظبیان صاحب، جو وہاں کے رسالے ''الشریعۃ'' کے ایڈیٹر تھے، ۱۹۷۶ء میں پاکستان تشریف لائے۔ تو حضرت والد ماجد قدس سرہ سے ملاقات کے لئے دارالعلوم بھی تشریف لائے۔ اس وقت انہوں نے بڑے جزم اور وثوق کے ساتھ بتایا کہ یہ غار حال ہی میں عمان کے قریب ایک پہاڑ پر دریافت ہو گیا ہے۔ انہوں نے ذکر کیا کہ میں نے اس کی تحقیق کے لئے ایک مقالہ بھی لکھا ہے، جو دلائل و قرائن اس وقت انہوں نے ذکر کئے، ان کے پیش نظر یہ بات بہت قرین قیاس معلوم ہوتی تھی کہ غالباً اصحاب کہف کا یہ غار وہی ہوگا۔

اس وقت سے اس مقام کو دیکھنے کی خواہش تھی جو اللہ تعالی کے فضل و کرم سے دس سال بعد آج پوری ہوئی۔ تیسیر ظبیان صاحب کا تو انتقال ہو چکا تھا، لیکن وہ اپنی تحقیق کے نتائج ایک مفصل کتاب میں محفوظ کر گئے ہیں جو موقع ''اصحابِ الکہف''

****

کے نام سے دارالاعتصام نے شائع کردی ہے۔

''اصحابِ کہف'' کا واقعہ قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے، اور اسی واقعے کی وجہ سے قرآن کریم کی ایک پوری سورت کا نام ''سورۃ الکہف'' ہے۔ ''کہف'' عربی زبان میں غار کو کہتے ہیں، اور واقعہ یہ ہوا تھا کہ ایک بُت پرست بادشاہ کے زمانے میں کچھ نوجوان دینِ توحید پر ایمان لے آئے تھے، اور شرک و بت پرستی سے بیزار تھے۔ بُت پرست بادشاہ اور اس کے کارندوں نے ان پر ظلم وستم توڑنے شروع کئے۔ لہذا یہ لوگ بستی سے فرار ہوکر ایک غار میں مقیم ہوگئے۔ اللہ تعالی نے ان پر گہری نیند مسلط فرمادی اور یہ سالوں تک پڑے سوتے رہے، غار کا محل وقوع ایسا تھا کہ سورج کی روشنی اور ہوا تو بقدر ضرورت اندر پہنچتی تھی لیکن دھوپ کسی وقت اندر نہیں آتی تھی، کئی سال گذرنے کے بعد بُت پرست بادشاہ کی حکومت ختم ہوگئی، اور اس کی جگہ ایک موحد اور صحیح العقیدہ نیک بادشاہ برسر اقتدار آگیا۔ اس کے زمانے میں یہ لوگ اپنی نیند سے بیدار ہوئے۔ بھوک لگی ہوئی تھی، انہوں نے اپنے میں سے ایک ساتھی کو سکے دے کر شہر بھیجا، اور یہ تاکید کی کہ خفیہ طریقے پر جاکر کوئی حلال کھانا خرید لائے۔ وہ لوگ یہی سمجھ رہے تھے کہ ابھی تک اسی بُت پرست بادشاہ کا زمانہ ہے اس لئے خطرہ تھا کہ اگر ان لوگوں کا اتہ پتہ انہیں معلوم ہوگیا تو وہ ظلم وستم میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔ چنانچہ یہ صاحب چھپتے چھپاتے بستی میں پہنچے اور ایک نانبائی کی دکان سے کھانا خریدنا چاہا لیکن جب سکہ اس کے حوالے کیا تو وہ بہت پرانے

****

زمانے کا تھا، جس سے سارا راز کھل گیا، انہیں یہ معلوم ہوکر اطمینان ہوا کہ حکومت بدل چکی ہے، شدہ شدہ بادشاہ وقت کو بھی اطلاع پہنچی، اور ان صاحب نے اپنے ساتھیوں کو بھی نئے حالات کی اطلاع دے دی۔

قرآن کریم نے اجمالی طور پر مذکورہ بالا واقعہ بیان کرنے کے بعد یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اس دور کے لوگوں نے اللہ تعالی کے ان نیک بندوں کی قدردانی کے طور پر ان کے اوپر ایک مسجد بھی تعمیر کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

قرآن کریم نے اپنے عام اسلوب کے مطابق اس واقعے کی تاریخی اور جغرافیائی تفصیلات بیان نہیں فرمائیں کہ یہ واقعہ کس دور میں اور کہاں پیش آیا چنانچہ تاریخی روایات کی بنیاد پر مفسرین اور مؤرخین نے اس سلسلے میں مختلف آراء ظاہر کی ہیں۔ زیادہ تر محققین کا رجحان یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسی علیہ السلام کے عروج آسمانی کے کچھ ہی عرصہ بعد یعنی پہلی سے تیسری صدی عیسوی تک کا ہے۔ اس وقت اس علاقے پر نبطی بُت پرست بادشاہ کی حکومت تھی لیکن رفتہ رفتہ دین عیسوی جو فلسطین کے علاقے میں ظاہر ہوا تھا اس کے اثرات یہاں تک پہنچ رہے تھے انہی کی بناء پر یہ نوجوان اس دین کے حلقۂ بگوش ہوئے، پھر جس زمانے میں یہ سعید روحیں غار میں محوخواب تھیں اس دور میں رفتہ رفتہ دین عیسی کے پیروکار اس علاقے کو نبطی حکمرانوں سے آزاد کرا کر اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے اور یہاں کے باشندوں نے بھی دین عیسوی قبول کرلیا۔

پھر جب نیند سے بیدار ہونے کے بعد ان حضرات کو بدلے ہوئے

****

حالات معلوم ہوئے تو اگرچہ انہیں دین برحق کی نشر واشاعت سے خوشی ہوئی، لیکن انہوں نے اپنے لئے یہی پسند کیا کہ دنیا کے ہنگاموں سے الگ اسی غار میں اپنی باقی زندگی گذار دیں لوگوں نے اصرار بھی کیا کہ وہ اب شہر میں آجائیں لیکن وہ آمادہ نہ ہوئے۔ اور اپنی باقی زندگی اسی غار میں گذار دی، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بادشاہ وقت ان کا حال معلوم کر کے ان کی زیارت کے لئے غار میں پہنچا تو ان کا انتقال ہو چکا تھا لیکن دوسری روایات ان کی وفات کے بارے میں خاموش ہیں۔ حضرت والا تحقیق ذکر کرنے کے بعد اخیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

اس وقت اردن کے محکمۂ آثار قدیمہ اور محکمۂ اوقاف نے اس غار کے تحفظ اور اس کی صفائی وغیرہ پر خاص توجہ صرف کی ہے۔ اس کے قریب ایک نئی مسجد بھی تعمیر کر دی ہے۔ زائرین کی سہولت کے لئے راستہ آسان بنا دیا ہے اور غار کے اندر کتبات لگا دیئے ہیں۔

بہر کیف! عہد حاضر کی اس عظیم قرآنی دریافت کی زیارت زندگی کے یادگار ترین تجربات میں سے ایک تھی۔ اصحاب کہف کا واقعہ دیدۂ بینا کے لئے عبرتوں کے بیشمار پہلو رکھتا ہے۔ مخدوم مکرم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب مدظلہم نے اسی واقعے کے بصائر وعبر پر ایک مستقل کتاب ''معرکۃ الایمان و مادیت'' کے نام سے تحریر فرمائی ہے۔ جو واقعے کی تاریخی اور جغرافیائی تحقیقات سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ اور قرآن کریم میں اس واقعے کا ذکر درحقیقت انہی عبرتوں کی طرف توجہ دلانے کے لئے آیا ہے۔

(جہاں دیدہ، مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی صفحہ نمبر ۲۱۵)

****

یہاں سے فارغ ہونے کے بعد زائد سامان کو ایک جگہ جمع رکھنے کا رہبر نے انتظام کر لیا تھا۔ صرف چار دن کے بقدر ضرورت کا سامان لینے کے لئے ہدایت جاری ہوئی فالتو سامان گاڑیوں سے اُتار کر ایک شخص کے گودام میں رکھا گیا اور اس کے بعد نماز ظہر ادا کی گئی۔

فلسطینی مملکت کی طرف روانگی

اس کے فوراً بعد فلسطینی بارڈر کی طرف سفر تھا۔ سامنے دریائے اردن ہے اس کے ایک کنارے کی طرف فلسطین کی پہاڑیاں حسین وجمیل منظر پیش کر رہی ہیں ایک طرف بحر میت ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ عذاب الٰہی میں یہ بستی تباہ کر دی گئی اور قیامت یہ کہ آج وہاں لوگ سیر سپاٹے اور پکنک منانے کے لئے جاتے ہیں۔ پہاڑی سلسلہ کے پیچھے دور مسجد اقصیٰ کے منارے پردہ کئے ہوئے ہیں جبکہ دوسری طرف کے کنارے پر لبنان اور سوریا کا حصہ بادلوں کی قبا اوڑھے ہوئے ہے۔ اس پر ایک لمبا پُل نظر آیا جس پر **جسر الملک عبد الله** لکھا ہوا ہے۔ اب دونوں طرف دونوں ملکوں کے درمیان خالی زمینیں ہیں۔ کوئی آبادی نہیں کہیں انسان نظر نہیں آرہے۔ پہاڑیاں، ریت اور سنسان صحرا کے سوا کچھ سامنے نظروں میں نہیں۔ اتنی دیر میں بتلا دیا گیا کہ سامنے فلسطینی سرزمین ہے مگر اس میں جانے کے لئے امیگریشن اور کسٹم سے گذرنا پڑے گا اور یہاں پر بہت ہی محتاط رہنا ہوگا۔ لایعنی تو عام حالات میں بھی منع ہے یہاں اور بھی احتیاط کی ضرورت ہے۔ سامنے خاردار تاروں سے گھرا ہوا ایک بڑا علاقہ ہے جس

****

میں چند عمارتیں ہیں سامنے اڈہ جیسا ایک حصہ ہے جس میں کچھ سواریاں گاڑیاں، کاریں وغیرہ کھڑی ہیں لیکن اس علاقہ میں داخل ہونے سے قبل سڑک کو بند کرنے والے خاردار تار، لکڑی یا لوہے کا لمبا پول یا کھمبا، اور چوکی اور اس کے اندر کچھ افراد ہیں ہم چوکی سے ابھی کافی فاصلہ پر تھے۔ اچانک ڈرائیور رُکا۔ چوکی سے ایک نوجوان فوجی لڑکا اور اس کے کچھ دیر بعد مزید ایک فوجی لڑکا اور لڑکی باہر آئے۔ قریب آنے والا فوجی کچھ بڑبڑاتا رہا۔ ہمارا ڈرائیور بھی کچھ بڑبڑایا ہمارے پلے کچھ نہیں پڑا جبکہ ہماری سیٹ ڈرائیور سے صرف ایک سیٹ کے فاصلے پر تھی۔ آگے راہبر یعنی گائیڈ ہی بیٹھا تھا۔ اس دوران ہماری گاڑی پیچھے ہٹنے لگی۔ معلوم ہوا کہ اسرائیلی فوجی کو ہماری گاڑی کا آگے بڑھنا ناگوار گزرا کیونکہ ابھی اس نے آگے بڑھنے کا اشارہ نہیں کیا تھا۔ افریقی اور ہندوستانی لوگوں کو اس پر کافی تعجب تھا کہ گاڑی کے ایک دو فٹ اچانک آگے بڑھ جانے سے ایسا کیا ہوا کہ گاڑی کو پیچھے ہٹنے کا حکم ہوا جبکہ ہمارے پیچھے جو گاڑیاں تھیں ان کو آگے نکل جانے کی اجازت دیدی گئی۔ لیکن ہم چونکہ اپنے وطن کشمیر میں صبح وشام ایسے مناظر بے شمار دیکھتے رہتے ہیں ہمیں اس پر قطعاً کوئی تعجب نہیں ہوا۔ ہاں اس پر ضرور تعجب ہوا کہ یہاں ڈرائیور اپنی سیٹ سے باہر نہیں آسکا۔ بلکہ اپنی جگہ سے ہلے ہٹے بغیر کھڑکی کے اندر سے ہی معذرت طلب کرتا رہا اس کے باوجود اس کو آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ملی تا آنکہ بہت سی وہاں کی یہودی گاڑیاں، انگریزی لوگ اور دیگر سواریاں آگے بڑھتی رہیں۔ کچھ دیر گذر جانے کے بعد اشارہ ہوا کہ گاڑی آگے بڑھا سکتے ہیں تو ہمارے ڈرائیور نے گاڑی اس اڈہ نما جگہ

****

میں قائم عمارت کے سامنے لاکر کھڑی کردی۔ ہمیں اتر جانے کی ہدایت دی گئی۔ سامان کی جانچ پڑتال کے لئے بھی حکم دیا گیا۔ یہ اسرائیلی امیگریشن اور کسٹم کا مرکز تھا اس سے گذرے بغیر فلسطینی حدود میں داخلہ ممکن ہی نہیں ہے اور کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ ہم لوگ اس کے عادی ہیں اس لئے کہ کشمیر سے باہر جانے کے لئے کبھی تو دہلی سے ہندوستانی امیگریشن اور کسٹم سے اور کبھی مظفر آباد سے آنا ہے تو پاکستانی اور ہندوستانی امیگریشن اور کسٹم سے گذر کر ہی ہم اپنے وطن پہنچ سکتے ہیں یہاں معاملہ اس سے کچھ بھی مختلف نہیں تھا۔ فرق اتنا ہے کہ دہلی سے سرینگر کے لئے جہاز سے ایک سوا گھنٹہ اور زمینی راستہ سے ریل یا گاڑی کے ذریعہ پندرہ سولہ گھنٹے لگتے ہیں وہاں پر اس اردنی بارڈر سے فلسطین تک بس میں بہ مشکل آدھا پون گھنٹہ کی مسافت ہے۔ مگر امیگریشن کسٹم میں اتنا وقت لگ گیا کہ ظہر پر وہاں پہنچے تھے مغرب بھی وہیں ادا کی گئی اس لئے کہ بعض نوجوانوں کو روک دیا گیا تھا جبکہ ان نوجوانوں کے والدین بھی قافلہ میں ساتھ تھے مگر نوجوانوں کو ان کے والدین سے الگ کر کے اندر بٹھا دیا گیا اور بعد میں انہوں نے بتایا کہ مختلف قسم کی معلومات ان کی ذات کے بارے میں حاصل کی گئیں اور واٹس اپ یا ای میل یا ویب سائٹ کے نمبر اگر وہ استعمال کرتے تھے وہ ان سے حاصل کئے گئے۔ پھر کئی گھنٹہ کے بعد مغرب کی نماز کے وقت ان کو رخصت دیدی گئی۔ اس قسم کے واقعات وہاں سے گذرنے والے اکثر لوگ دہراتے ہیں حتی کہ وہاں کے ائیر پورٹ کے بارے میں بھی ایسا ہی کہا گیا ہے۔ ''تحفۂ بیت المقدس'' نامی کتاب میں مولانا مرغوب احمد لاجپوری

****

لکھتے ہیں:

اللہ تعالی نے بڑا فضل فرمایا کہ مختصر وقت میں کسٹم کے سارے مراحل سے فارغ ہوکر ہم باہر آ گئے۔ مگر چند نوجوان ساتھیوں کی وجہ سے کئی گھنٹے ائیر پورٹ پر رکنا پڑا۔ سنا تھا کہ اکثر نوجوانوں کو اس مرحلہ سے گذرنا ہی پڑتا ہے اور چند گھنٹے یہاں لگ ہی جاتے ہیں۔ ہمارے ساتھ بھی وفد میں چند نوجوانوں کو تفتیش اور انٹرویو کے لئے علیحدہ لے جایا گیا اور ڈیڑھ دو گھنٹے کے بعد وہ باہر آئے، مگر ایک نوجوان پر نہ معلوم کیا شبہ ہوا کہ اسے پورے چار دن تک اپنی تحویل وحراست میں رکھا اور واپسی میں ہمارے ساتھ بھیج دیا، بے چارہ زیارت سے محروم رہا، اس کی نوجوان بیوی بھی ساتھ تھی وہ کچھ گھنٹوں بعد ہمارے پاس پہنچا دی گئی۔ نہ جانے اس نے بغیر شوہر کے کس پریشانی میں چار دن گذارے ہوں گے، اللہ تعالی اس آزمائش کو ان کے لئے ذخیرۂ آخرت بنا دے، یقیناً اس میں بھی اللہ تعالی کی کوئی حکمت پوشیدہ ہوگی چاہے ہماری نظر اور ناقص عقل کی وہاں تک رسائی نہ ہو "**فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمة**"۔

اب شام ہو چکی تھی۔ امیگریشن ہال کے باہر صحن میں ہمارے رہبر اور امیر صاحب دونوں کے مشورے کے بعد مغرب نماز ادا کی گئی۔ اس دوران معلوم ہوا کہ روکے گئے نوجوان واپس آ چکے ہیں۔ اس سے قبل سبھی لوگ گم سم اور وظیفہ یا دعا میں ان کی واپسی کے لئے محو ومشغول تھے اب سب کی جان میں جان آ گئی۔ چہروں پر مسرت کی لہر دوڑ گئی ایک دوسرے کو مبارک باد دیکر فلسطین سے آئی ہوئی گاڑیوں

****

میں وہاں کے رہبروں کی ہدایت کے مطابق سوار ہوئے۔

بیت المقدس کی طرف روانگی

اب یہ قافلہ بیت المقدس یا مسجد اقصیٰ کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن اس ذہنی تھکاوٹ کی بنا پر جو امیگریشن کے موقعہ پر کئی گھنٹہ اپنے ساتھیوں کے انتظار میں ہوئی فلسطین یا بیت المقدس سے آنے والی اس گاڑی میں بیٹھتے ہی اکثر لوگوں پر نیند طاری ہوگئی۔ کسی نے صحیح کہا ہے **الانتظار اشد من الموت**۔

صبح کو اردن کی راجدھانی عمان ائیر پورٹ سے لیکر جس سرزمین سے ہم گذر رہے تھے یہ وہی سرزمین ہے جس کو قدیم زمانے میں "شام" سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ اور وقت کے طاغوتوں نے دنیا کے مختلف حصوں کی طرح اس کے بھی ٹکڑے کر دئے۔ اگر عربستان کے سات ٹکڑے کر کے متحدہ عرب امارات پھر سعودی عرب، پھر یمن اور جانے کیا کیا حصے ہوئے۔ ہند اور سندھ کے بھارت، پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان، ترکمانستان اور جانے کیا کیا ٹکڑے بنائے گئے۔ حبشہ اور افریقہ کے ایک ایک علاقہ کے کتنے ٹکڑے بن گئے، ایک حصہ جنوبی افریقہ، سوازی لینڈ، موزنبیق، زامبیا، زمبابوے، بوسٹوانا اور ملاوی کے ٹکڑوں کو دیکھئے۔ اسی منطق اور حکمت عملی کے تحت یہاں آپ سرزمین شام کو اردن، لبنان، سوریا، فلسطین، اسرائیل اور نہ جانے کتنے ٹکڑوں میں دیکھیں گے جبکہ یہ ساری سلطنتیں مل کر ایک ہی مملکت شام ہوا کرتی تھی۔

(جاری)

****

ملفوظات فقیہ الامت

حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی علیہ الرحمہ

ترتیب: محمد رحمت اللہ

بدگمانی کا علاج

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت لوگوں کے گناہوں کو دیکھ کر خصوصاً جبکہ وہ اہل علم ہوتے ہیں ان سے بدظنی ہوجاتی ہے ان کی حقارت ذہن میں جم جاتی ہے خیال ہوتا ہے کہ یہ لوگ اہل علم ہونے کے باوجود کیسے گناہ کررہے ہیں اس پر ارشاد فرمایا کہ یہ خالص تکبر کی علامت ہے۔ اس واسطے کہ تکبر کی حقیقت اپنے کو بڑا سمجھ کر دوسروں کو حقیر سمجھنا ہے۔ سوچنا چاہیے کہ میں بھی گنہگار ہوں اور جب حق تعالی شانہ میرے گناہوں کو معاف فرمائیں گے ان کے گناہوں کو بھی معاف فرمادیں گے اور جس کو اپنے گناہوں کی فکر ہوتی ہے وہ دوسروں کے گناہوں کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا۔

جس کا رہبر نہ ہو اس کا رہبر شیطان ہے

ارشاد فرمایا کہ جب انسان کا کوئی رہبر نہیں ہوتا تو شیطان اس کا رہبر بن کر طرح طرح کی باتیں سمجھاتا ہے جیسے ایک صاحب مسجد میں معتکف تھے، وہاں کسی روز لوگوں کو پاخانہ کی بدبو محسوس ہوئی اس کا سبب تلاش کیا گیا تو معلوم ہوا کہ معتکف صاحب نے جیب میں بلی کا پاخانہ رکھ رکھا ہے اس کو سونگھتے رہتے ہیں ان سے اس کی وجہ معلوم کی گئی تو کہنے لگے کہ بھئی نفس کے خلاف کرنا چاہیے نفس جب خوشبو مانگتا ہے تو

****

اس کے خلاف کرکے اس کو بدبو سنگھانی چاہیے دیکھے رہبر نہ ہونے کی بنا پر انہوں نے جو نماز پاخانہ کو ساتھ رکھ کر پڑھیں وہ ضائع کیں اور مسجد میں نجاست رکھنے کا گناہ علیحدہ سر لیا۔

بعد تربیت مرید کا امتحان

ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ نے اپنے مرید کی تربیت کی اور بعد تربیت دوسرے بزرگ کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس کا امتحان لیں یہ مرید چند روز وہاں رہا جب واپس آیا تو اس کے متعلق ان بزرگ نے رائے قائم فرمائی کہ یہ لغو گو ہے چند روز کے قیام میں اس سے ایک بات پوچھی تھی کہ تمہاری شادی ہوگئی یا نہیں اس نے جواب دیا کہ جہاں ایک بچہ بھی ہے سوال صرف شادی کے متعلق تھا اس نے ایک بچہ بھی بتادیا اسی بنا پر اس کو لغو گو کہا۔

سادات کی قدردانی نے حضرت جنیدؒ کو کہاں سے کہاں پہنچادیا۔

ارشاد فرمایا کہ شروع میں حضرت جنید بغدادیؒ شاہی پہلوان تھے کوئی شخص ان کے مقابلہ کا نہ تھا ایک بوڑھے شخص نے کہا کہ میں مقابلہ کروں گا لوگوں نے سمجھایا مگر نہ مانے اکھاڑے میں گئے اور حضرت جنیدؒ کے کان میں چپکے سے کہا کہ میں سید ہوں بھوکا ہوں اس لئے آیا ہوں کہ کچھ انعام مل جائے حضرت جنیدؒ نے کشتی شروع کی اور قصداً اس انداز سے گرے کہ خود نیچے اور وہ بوڑھے ان کے اوپر بس شور مچ گیا کہ شاہی پہلوان کو ایک بوڑھے نے پچھاڑ دیا، اور کافی انعام ان کو مل گیا رات کو حضرت جنیدؒ نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو فرمارہے ہیں کہ تم نے میری اولاد کے ساتھ یہ حسن سلوک کیا میری اولاد کی

****

خاطر ذلت کو برداشت کیا اس کے صلہ میں حق تعالی شانہ آپ پر انعام فرمائیں گے بلند درجات عطا فرمائیں گے اس کے بعد حق تعالی شانہ نے ان کو جن بلند تر مقامات سے نوازا وہ ظاہر ہے اس سے معلوم ہوا کہ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن سلوک نہایت مفید چیز ہے دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی کا زینہ ہے حق تعالی شانہ ہم سب کو آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سارا حرم نور سے بھر گیا

ارشاد فرمایا کہ مولانا محبّ الدین صاحب اپنے خلوت کدے میں دلائل الخیرات کا ورد پڑھ رہے تھے مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ ان کے پاس بیٹھے تھے اچانک فرمایا کون آ گیا حرم میں کہ سارا حرم نور سے بھر گیا۔ اتنے میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ طواف سے فارغ ہو کر ملاقات کے لئے ان کے پاس پہنچے ملاقات پر مولانا محبّ الدین صاحب نے فرمایا میں بھی کہوں کون آ گیا حرم شریف میں کہ سارا حرم نور سے بھر گیا اس کے بعد مولانا سہارنپوریؒ توسعی کے لئے تشریف لے گئے اور مولانا محبّ الدین صاحب نے فرمایا کہ ان کو جانتے ہو (یعنی مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کو)۔ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں خوب جانتا ہوں وہ میرے شیخ ہیں فرمایا کہ تم نہیں جانتے میں جانتا ہوں وہ ایسی ذات ہے جب بیت اللہ پر نظر باندھ کر بیٹھتے ہیں تو ان کے چہرہ پر اتنے انوار ہوتے ہیں کہ میں سورج کی طرف دیکھ سکتا ہوں لیکن ان کے چہرہ کی طرف نہیں دیکھ سکتا۔

☆☆☆☆☆

****

اخبار دارالعلوم

از مولانا فیاض احمد صاحب قاسمی
استاذ دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر

تعلیمی و تبلیغی سرگرمیاں

اللہ تعالی کے فضل و کرم سے تعلیمی سال (۴۰۔۱۴۳۹ھ) کے لئے داخلہ کی کاروائی مکمل ہوگئی۔ گذشتہ سال کچھ تعمیرات کے نتیجے میں طلباء عزیز کے قیام کے لئے مزید گنجائش پیدا ہوگئی تھی جس کے نتیجے میں اس سال سات سو (۷۰۰) طلبہ کے قیام کی اجازت دیدی گئی۔ **الحمد لله علی ذلک**۔ طلبہ عزیز جو رہائش گاہوں میں تنگی محسوس کر رہے تھے نے دارالاقامہ میں وسعت کی بناء پر راحت کی سانس لی۔ عربی کے ابتدائی درجات میں دو دو ترتیبیں، اول عربی میں تین بنائی گئیں جس کے نتیجے میں اساتذۂ کرام کو ابتدائی درجات میں طلبہ کی مختصر مختصر جماعت پر زیادہ توجہ دینے کا موقع ملے گا۔ اس سے امید ہے کہ طلبۂ عزیز کی تعلیمی استعداد اور مضبوط ہو جائے گی اور اساتذہ کو ان کی تربیت کے سلسلے میں آسانی ہو جائے گی۔ مطبخ کی سب سے اوپر والی منزل کی تکمیل کے بعد ان شاء اللہ مزید گنجائش پیدا ہو جائے گی جس سے اور وسعت اور سہولت کی امید ہے۔ اللہ تعالی اس کی تکمیل کو آسان کردے۔

****

بزرگانِ دین کی آمد

خوش قسمتی سے ذی قعدہ کے پہلے ہفتے میں مولانا مفتی ارتضاء الحسن صاحب کاندھلوی جو مشہور بزرگ حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی کے پوتے ہیں اور حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب فاروقی کے فرزند نسبتی ہیں نیز دارالعلوم دیوبند کے معین المدرسین میں شامل رہے ہیں اور جامعہ مظاہر علوم میں بھی تدریس کا فریضہ انجام دیا ہے اب عرب ملک قطر میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں دارالعلوم رحیمیہ تشریف لائے۔ ناظم دارالعلوم رحیمیہ نے ان کا پُر تپاک استقبال کیا۔ موصوف نے طلبۂ دارالعلوم سے بھی نہایت وقیع خطاب فرمایا۔ سارے اساتذہ کے ساتھ باہمی مذاکرہ اور ضروری مسائل پر تبادلۂ خیال بھی فرمایا۔ مولانا مفتی سجاد حسین صاحب جامعہ مظاہر علوم میں تخصص فی الحدیث کی تعلیم کے دوران مولانا موصوف سے قریبی تعلق رکھتے تھے اس لئے یہاں موصوف کی تشریف آوری کے موقع پر بھی مفتی صاحب نے ان کی رفاقت کا فریضہ انجام دیا۔ دارالعلوم رحیمیہ تشریف لاکر مولانا موصوف نے جس اپنائیت، مسرت اور خوشی کا اظہار کیا وہ موصوف کی مندرجہ ذیل تحریر سے ظاہر ہے جو انہوں نے تأثرات رجسٹر میں درج فرمائی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم . اما بعد.

آج مورخۂ ۱۶/ جولائی ۲۰۱۸ء میں حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب مدظلہ کی دعوت پر ازہر کشمیر دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ حاضری کی سعادت حاصل

****

ہوئی۔ تقریباً ۲۴ گھنٹہ قیام کے دوران یہاں کے تعمیری، تعلیمی اور تربیتی نظام کو اچھی طرح دیکھنے کا موقع ملا۔ جتنا اس مدرسے کے بارے میں سنا تھا یا تصور تھا ہر چیز کو اس سے کہیں زیادہ معیاری پایا۔ **فالحمد للہ والمنہ.**

اللہ تعالی اس مدرسے کی ہر شش جہت سے حفاظت فرمائے۔ دن دونی اور رات چوگنی ترقیات عطا فرمائے۔ منتظمین، مدرسین اور طلباء عزیز کو مزید اخلاص اور استقامت عطا فرمائے اور اہل خیر حضرات کو دامے، درمے، قدمے، سخنے تعاون کی توفیق عطا فرمائے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

محمد ارتضاء الحسن رضی کاندھلوی

مقیم دوحہ، قطر

ذی قعدہ کے دوسرے ہفتے میں دعوت وتبلیغ کے کئی اجتماعات علاقہ گریز میں طے تھے جن میں دارالعلوم میں زیرِ تعلیم طلباء پر مشتمل دو جماعتیں سہ روزہ کے لئے تشریف لے گئیں۔ ان اجتماعات میں دعوت وتبلیغ کے ریاستی ذمہ دار محترم امیر احمد خان صاحب خود تشریف لے جاتے ہیں۔ اس مبارک موقعہ پر حضرت امیر صاحب دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ تشریف لائے، ناظم دارالعلوم رحیمیہ نے تمہیدی گفتگو میں طلبۂ دارالعلوم کے سامنے دارالعلوم رحیمیہ اور تبلیغ کے آپسی قریبی ربط کا تذکرہ فرمایا نیز حضرت امیر صاحب کا تعارف کرایا۔ حضرت امیر صاحب نے بھی طلبۂ عزیز کو نصیحت سے سرفراز فرمایا اور ادارہ نیز طلباء واساتذہ کو دعاؤں سے نوازا۔

مورخہ ۸ ذی قعدہ کو ناظم دارالعلوم رحیمیہ بھی علاقہ گریز کے ان اجتماعات

****

میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے اور دورانِ سفر مختلف مکاتب، مدارس اور دینی احوال کا جائزہ لیتے ہوئے اگلے روز واپس تشریف لائے۔

ماہانہ تعلیمی جانچ

اکابر مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی جانب سے عربی کے ابتدائی درجات میں ہر ماہ مقدار خواندگی دیکھ کر ماہانہ جانچ کرنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ اسکی تعمیل میں ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ذی قعدہ کے اخیر میں ان درجات کی تعلیمی جانچ کی گئی جس کے نتیجے میں طلباء عزیز کی تعلیمی کیفیت کا اندازہ کیا گیا اس کے بعد عید الاضحیٰ کی مناسبت سے تعطیل کا اعلان کیا گیا۔

تعطیل عید الاضحیٰ

اس سال مورخہ ۶ ذی الحجہ ۱۴۳۹ء سے مورخہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ تک عید الاضحیٰ کے سلسلے میں تعطیل دی گئی۔ اس تعطیل میں ان حضرات کے آمد و رفت کی رعایت رکھی گئی جو دور دراز علاقے میں رہتے ہیں اور آنے اور جانے میں دو دن سے زیادہ صرف ہوتے ہیں کہ ان کا تعلیمی حرج نہ ہو اور وہ وقت پر حاضر مدرسہ ہوں۔ اسی لئے کل ملا کر جمعۃ المبارک کو شامل کر کے یہ تعطیل دی گئی۔ جبکہ اصل تعطیل ایک ہی ہفتے کی دی جاتی ہے۔

نمازِ عید الاضحیٰ اور قربانی

معمول کے مطابق قربانی کی ضرورت کے پیش نظر مدرسہ کی مسجد شریف

****

میں عید کی نماز اشراق کے وقت کے قریب یعنی صبح ساڑھے چھ بجے پر ادا کی گئی۔ نماز سے قبل چند منٹ حضرت ناظم صاحب نے ضروری ہدایت اور نصائح سے نوازا جبکہ نماز عید محمد قاری حسیب اللہ صاحب نے پڑھائی۔ نماز کے فوراً بعد مسنون عمل کے مطابق قربانی میں سے تھوڑا گوشت تناول کیا گیا چونکہ بعض قربانیاں ایسے دیہات میں کرائی جاتی ہیں جہاں پر جمعہ وعید نہیں ہوتی ہے اور صبح صادق کے فوراً بعد وہاں قربانی کر کے غریب لوگوں میں تقسیم کر دی جاتی ہے تاکہ ان کو کھانے کی لاگت میں بچت ہو سکے۔ اس کے بعد قربانی کا مبارک عمل شروع ہوا اس سال تیرہ سو سے زائد حصے بڑے جانوروں کے قربان کئے گئے۔ الحمدللہ۔ کل ملا کر تقریباً دو سو چھوٹے بڑے جانوروں کی قربانی کر کے مستحقین تک ان کا گوشت پہنچایا گیا۔ اللہ تعالی سب کی قربانی کو قبول فرمائے۔

وفیات

۱۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب مہتمم مدرسہ مظہر العلوم چودھری ناڑ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

۲. دارالعلوم رحیمیہ میں تعمیرات کے نگران جناب محمد سلطان نجار صاحب کی چاچی کا انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالی مغفرت فرمائے۔

دارالعلوم رحیمیہ میں مرحومین کے لئے ایصال ثواب کیا گیا۔

قارئین کرام سے بھی دعائے مغفرت کرنے کی استدعا ہے۔

****